# ریڈیائی دھماکے

Rs. 1/-

جاسوسی دائرہ سیریز

# ریڈیائی دھماکے

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

# چند لفظوں میں

کسی مخصوص فریکوئنسی پر نشر ہونے والی ریڈیائی لہریں ایٹم کو منتشر کر کے ہر شے میں دھماکہ کر سکتی ہیں۔ یہ ایک جدید سائنس کا فارمولا ہے، جس پر اکرم الہ آبادی نے اپنا یہ ناول بڑے پراسرار طریقے سے پھیلایا ہے۔ اس ناول کی کہانی ایک سلسلہ جرائم میں پروئی ہوئی ہے، جو بڑا بھیانک ہے اور ساتھ ہی قہقہہ پرور بھی۔

سر پیٹرک کی پراسرار موت سے شروع ہونے والی یہ کہانی اپنے اندر بعض بڑے دلچسپ رومانی پہلو بھی رکھتی ہے۔

Akram Allahabadi

# مونچھ اور کان

''یا ایہاالحرام مونچھ۔''

''پھر بہکے۔''

''بہکنے کا مقام ہی ہے۔ یہ یوم خیز ویرانہ، یہ پر ہول سناٹا، اونگھتے درخت، سوتا پانی، گاتی چڑیا، ایسے میں کون کمبخت شاعری نہ کرے گا۔''

''شاعری؟''

''میں کسی دوشیزہ پر شباب کی زلف گرہ گیر کی اولڈ فیشن شاعری پر گلہری کی دم کو ترجیح دیتا ہوں۔ ہائے کمبخت کیا شے ہے، جس کے چپک گئی، وہ آدمی کم اور مایا مچھندر زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔''

''تو میری مونچھوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو تم؟''

''اور ہے ہی کیا تم میں۔ بقول شاعر کہ:

؎ ویسے تو وہ پورے ہیں فقط دم کی کسر نہیں ہے۔''

''میں یہیں سے واپس لوٹ جاؤں گا۔''

''شوق سے، میں خان صاحب سے کہہ دوں گا کہ رفو بھائی خوف سے خطا ہو گئے تھے۔''

''خدا جانے خان صاحب میری ڈیوٹی تمہارے ساتھ کیوں لگا دیا کرتے ہیں؟''

''تاکہ میں تمہاری ان شاندار مونچھوں پر پالش کرتا رہوں۔ رفو بھائی، اگر تمہارے چوکھٹے سے ان مونچھوں کی تفریق کر دی جائے تو حاصلِ تفریق انڈے کا چھلکا رہ جائے۔ ویسے انھیں ایک عدد ریش دراز سے ضرب دینے سے حاصلِ ضرب سر سیّد بھی بن سکتا ہے۔''

Akram Allahabadi

''بس کرو خدا کیلیے، کیا تمہیں اور کام نہیں رہ گیا؟''

''ہائے، مونچھوں سے زیادہ اس دنیا میں کونسی چیز قابل ہوسکتی ہے۔ مونچھیں نہ ہوتیں تو اسٹالن فلم اسٹار ڈکشٹ نظر آتا۔ یہ مونچھیں ہی تو تھیں جنہوں نے سر انتھونی ایڈن کو برطانیہ کا وزیر اعظم اور پنڈت پنت کو ہندوستان کا وزیرِ داخلہ بنایا، لیکن معاف کرنا میں نے مہاراجہ گوالیار کے سائیس کی بھی ایسی ہی مونچھیں دیکھی ہیں۔''

''بکے جاؤ، میں سنتا ہی نہیں۔''

''اچھا، رفو بھائی، جنت کے فرشتے تو داڑھی مونچھوں والے ہوتے ہوں گے؟''

''عالمِ بالا کا سفر کر کے دیکھ لو۔''

''نہیں، میں نے تو بر سبیل تذکرہ عرض کیا ہے۔ میرا مطلب ہے وہ تو قطعی شرعی قسم کی داڑھی مونچھ رکھتے ہوں گے۔''

''میں سنتا ہی نہیں۔'' رؤف نے یہ کہہ کر دوسری طرف رخ پھیر لیا۔

''ان ہی نخروں پر مجھے بقول شوکت بھائی کسی شاعر کا ایک شیر یاد آ گیا، فرمایا ہے وہ عرضِ حال پر اس طرح رخ پھیر لیتے ہیں، یعنی وہ رخ نہیں جو سندباد کی جیب میں ہاتھی کے برابر انڈے دیتا تھا۔''

''آخر ہم چل کہاں رہے ہیں؟''

''خان صاحب کی فرمانبرداری کا ثواب دارین حاصل کرنے۔''

''کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔''

''میں سنجیدہ ہو گیا تو تمہیں لیکوریا کے دورے پڑنے لگیں گے، آئی ایم ساری، ہسٹریا کے۔''

''جب تک بتاؤ گے نہیں، میں بھی آگے نہیں چلوں گا۔'' رؤف نے یہ کہہ کر بچوں کی طرح منہ پھلا کر ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ بالے کو اس کی اس ضد پر ہنسی آ گئی۔

Akram Allahabadi

''ہے ہے، ان چونچلوں پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔ اچھا، وہ جو سامنے ٹیلہ ہے بس اس کے اس پار۔''

''مگر کیوں؟''

''اس اگر مگر کا جواب تو وہیں ملے گا، لیکن کوئی بات ہے ضرور، ورنہ خان صاحب مفت میں ہم سے صحرانوردی نہ کرواتے۔''

''تمہیں واقعی کچھ معلوم نہیں؟''

''سوائے اس کے کہ ہمیں وہاں ایک بوڑھے آدمی سے ملنا ہے۔''

''کس حیثیت میں؟''

''اپنی حیثیت تو ظاہر ہے کہ سرکاری نمکخواروں کی ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ڈیڑھ دو میل کی اور جھک مارنی ہے۔'' رؤف اٹھتے ہوئے بولا۔

''جھک جتنی لمبی ماری، شاندار ہوا کرتی ہے۔''

''کیا ڈیوٹی ہے یہ بھی؟'' رؤف جھنجلا سا گیا۔

''رؤف بھائی، تمہیں تو پولیس کی نوکری کی بجائے کسی درگاہ کی مجاوری کرنی چاہیے تھی۔ تم بہت کاہل ہو گئے ہو۔''

''آپ اپنے قیمتی مشورے رہنے دیجیے۔''

''تم جانو، میں نے تو بہترین قسم کی صلاح دی ہے۔ کوئی وکیل ہوتا تو اس کیلیے خاصی موٹی فیس وصول کر لیتا۔''

رؤف کچھ نہ بولا۔ شاید اس ناہموار راستے پر پیدل سفر کرتے ہوئے وہ کافی بور ہو چکا تھا۔ بہرحال شام ہونے سے قبل ہی وہ اس ٹیلے کو عبور کر کے دوسری سمت کے ڈھلوان سے اترتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں نمائشی کھیتوں کے ایک خطے کے درمیان

Akram Allahabadi

درختوں کے جھنڈ میں ایک سفیدی عمارت کے آثار نظر آرہے تھے۔لیکن تعجب کی بات یہ تھی کہ کوئی اور آبادی نہ تھی،اور اگر ہوگی تو شاید ان درختوں کے پیچھے، جوان کھیتوں کے اس پار پرا باندھے کھڑے تھے۔

قریب پہنچنے پر وہ انھیں نئی ساخت کا ایک مضافاتی بنگلہ نظر آیا جو چاروں طرف سے بدبودار پھولوں والے ہزارے کے درختوں سے گھرا ہوا تھا۔اور اس باڑھ میں ایک پھاٹک تراش دیا گیا تھا جس سے گزر کر اس بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔انھیں باہر کھیت میں ایک ٹریکٹر بھی کھڑا نظر آیا، لیکن آدمی کوئی نہ تھا۔اور جب وہ بنگلے کے احاطے میں پہنچے تو وہاں بھی سناٹا ہی چھایا ہوا تھا۔ بنگلے کے برآمدے میں چند بید کی کرسیاں پڑی تھیں اور کمروں کے دروازے بند تھے صرف داخلی دروازہ کھلا ہوا تھا۔اس دروازے پر کال بیل کا بٹن دیکھ کر انھیں حیرت ضرور ہوئی،مگر یہ سوچ کر کہ شاید بیٹری کی مدد سے اسے کام میں لایا جاتا ہو،انھوں نے اسے نظر انداز کر دیا۔بٹن دبانے سے کافی دیر تک اندر گھنٹی بجتی رہی،مگر کوئی جواب نہیں ملا، نہ ہی کوئی باہر آیا۔

''کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے،رفو بھائی۔''بالے نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

''تو اندر چل کر دیکھ لو۔''

''ٹھہرو میں اندر جا کر دیکھتا ہوں،شاید وہ تمہاری مونچھیں دیکھ کر ڈر جائے،تم یہیں ٹھہرو،مگر کان اور آنکھیں کھلی رکھنا۔''

''جاؤ دفع ہو جاؤ۔''رؤف برا سا منہ بنا کر یہ کہتا ہوا بید کی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔اور بالے نے اس دروازے کو کھول کر اندر چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد رؤف نے ایک بار جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنے ریوالور کو ٹٹولا اور پھر اطمینان سے پیر پھیلا دیے۔

یہ مقام اپنے چاروں طرف بکھرے ہوئے قدرتی مناظر کی وجہ سے کافی سکون بخش اور جنت نظر نظر آتا تھا،لیکن پولیس والوں کی مصروف زندگی میں وہ احساس کہاں جو قدرت کی

ان رنگینیوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

بالے ابھی اندر داخل ہوا ہی تھا کہ اسے سامنے ایک دوسرے کمرے کے دروازے سے ایک گنجا سا ادھیڑ عمر آدمی نکلتا نظر آیا۔ اس کے سر پر بہت مختصر سے بال تھے اور آنکھیں چھوٹی اور اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں۔ وہ بالے کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ داہنے ہاتھ پر وہ ایک ٹرے لیے ہوئے تھا، جس میں اسکاچ کی ایک بوتل اور دو پیمانے رکھے تھے اور ایک چینی کی پلیٹ تھی جس پر جالی سے ڈھکا ہوا ایک مُرغ مسلم۔ لیکن لباس سے وہ کوئی معمولی نوکر، بیرا یا خانساماں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

''آپ کون ہیں؟ بلا اجازت اندر کیوں گھس آئے؟'' اس نے اکھڑے ہوئے سے لہجے میں بالے سے سوال کیا۔

''کمال ہے، میں گھنٹہ بھر سے گھنٹی کا بٹن دبا رہا ہوں اور آپ اجازت کا ذکر کر رہے ہیں۔''

''ہم کیا کر رہے ہیں؟'' اس آدمی نے کسی قدر اس کی طرف جھک کر پوچھا۔ اور چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار دیکھ کر بالے کو یہ یقین کرنے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ بہرا ہے۔

''ذکر۔''

''کس بات کی فکر؟ اوہ، فکر میں نہ کروں گا تو کیا آپ کریں گے؟ میں سر پیٹرک کا پرائیوٹ اٹنڈنٹ ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اکڑنے کی کوشش میں کچھ اور کارٹون نظر آنے لگا۔

''اوہ، تو یہ سر پیٹرک کا مضافاتی بنگلہ ہے۔'' بالے نے سر ہلایا۔

''میسٹر ک نہیں، سر پیٹرک کہیے، جناب۔'' گنجے نے اسے ٹوک کر کہا۔

''جی ہاں، میں نے میسٹر ک ہی کہا ہے۔'' بالے جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے تو کیا کام ہے آپ کو سر پیٹرک سے؟ اور اوّل تو آپ بلا اجازت اندر آنے کی معافی مانگیے۔''

''آپ یہ کارڈ ان تک پہنچا دیجیے، میں ان سے ہی معافی مانگ لوں گا۔'' بالے نے ایک وزٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ وہ اسے لے کر پہلے تو خود دیکھنے لگا، پھر اس نے ایک نظر بالے پر ڈالی اور کچھ نہ کہہ سکنے والے انداز میں سر کو جھٹکتا ہوا اسی دروازے سے اندر چلا گیا، جس سے ابھی باہر نکلا تھا۔ دریں اثناء بالے اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ گنجا تقریباً پانچ منٹ بعد واپس لوٹا۔ اس وقت اس کے ہاتھ خالی تھے۔

''چلیے، آپ کو یاد فرمایا ہے۔''

''کیا فرمایا ہے؟'' بالے نے اس کے جیسے انداز سے پوچھا۔

''یاد۔'' وہ برا سا منہ بنا کر تیز لہجے میں بولا اور پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

گنجے کی رہنمائی میں وہ اس دروازے سے گزر کر ایک شاندار اور آراستہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ یہاں اسے ایک گدے دار کرسی پر ایک عمر رسیدہ سفید فام آدمی بیٹھا نظر آیا۔ اس کا چہرہ کسی قدر زرد تھا اور بشرے کے آثار بتا رہے تھے کہ وہ ذہنی طور پر پریشان رہا ہے۔

''آیئے، تشریف رکھیے۔'' وہ بالے کے استقبال کیلیے اٹھے بغیر نرم آواز میں انگریزی میں بولا۔ بالے اس کے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

''غالباً مجھے سر پیٹرک سے ہی گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہے۔'' بالے اس سے ادب سے مخاطب ہوا۔

''لفظی تکلفات چھوڑ کر اگر آپ ماحول کو کسی قدر مانوس سمجھیں تو مجھے گفتگو کرنے میں آسانی ہوگی۔'' سر پیٹرک نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے سارجنٹ بالے کہتے ہیں۔''

''میں اس کارڈ سے جان چکا ہوں اور آپ کو خفیہ پولیس کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر خان نے بھیجا ہے، وہ بھی مجھے معلوم ہے۔ انھوں نے کیوں بھیجا ہے؟ یہ میں آپ کو بتا دوں گا۔ کیونکہ میں نے ان سے ہی یہاں آنے کی درخواست کی تھی اور انھوں نے سردست آپ کو میرے پاس

بھیجنے پر اکتفا کی ہے۔'' سر پیٹرک نے خوشگوار لہجے میں خود ہی بالے کے تمام سوالات کے جواب دے ڈالے۔

''تب پھر شاید مجھے بولنے کیلیے کوئی گنجائش نہیں۔''

''شوق سے بولیے، لیکن پہلے میں اپنی بات ختم کرلوں، ہاں ویسے میں کیا آپ اسکاچ سے شوق فرماتے ہیں؟''

''جی نہیں، میں شراب نہیں پیتا۔''

''تو کچھ اور۔ میرا مطلب ہے کافی، چائے یا کولڈ ڈرنک۔''

''کچھ ضروری تو نہیں...'' بالے نے اظہارِ تکلف کرنا چاہا۔

''لیکن کوئی حرج بھی نہیں۔'' باقی جملہ سر پیٹرک نے مکمل کردیا۔

''اب آپ کی یہی خوشی ہے تو...''

''میں دراصل چاہتا ہوں کہ آپ تکلف نہ برتیں، ممکن ہے آپ کو میرے ساتھ کچھ زیادہ وقت گزارنا پڑے۔ پھر ایسے ماحول میں ہم کیا باتیں کرسکیں گے، جہاں رسمی اجنبیت حائل رہے۔''

''بہتر ہے۔ میں کافی پی لوں گا، لیکن باہر میرے ایک ساتھی اور ہیں...''

''مجھے علم ہے، اور میرا اٹنڈنٹ ان کی تواضع کررہا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔''

''تو پھر میں آرام سے ہی بیٹھتا ہوں۔'' بالے نے یہ کہہ کر اپنا کوٹ اتار کر صوفے کے بازو پر ڈال دیا۔ سر پیٹرک نے اپنے اٹنڈنٹ کو ہاتھ سے کچھ ایسا اشارہ کیا، جس کا مطلب غالباً کافی لانا ہی تھا۔ اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔

''دیکھیے، معاملہ دراصل کچھ عجیب سا ہے اور اس سلسلے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو کچھ سوچا، یا کیا جائے اس میں کافی رازداری برتی جائے۔ خان صاحب عرصے سے مجھ سے واقف ہیں اور میں ان سے، اور اسی بھروسے پر میں نے ان سے مدد طلب کی ہے۔'' سر پیٹرک نے

کہا۔

''تو آپ مجھ پر بھی بھروسہ رکھیے۔''

''تو پھر سنیے۔''

بالے ہمہ تن گوش ہوگیا اور سر پیٹرک بھی نشست پر پہلو بدل کر اپنی روئداد سنانے کیلیے تیار ہو گئے۔ان کا ملازم شاید کافی پہلے ہی سے تیار کر چکا تھا، یا ممکن ہے وہ کسی وجہ سے پہلے سے تیار رہی ہو، بہر حال وہ جلدی ہی کافی لے آیا۔اس کے ٹرے رکھنے کے بعد سر پیٹرک نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ مؤدب انداز میں سر جھکا کر باہر نکل گیا۔

''آپ کو معلوم ہے کہ میں ہندوستان کا شہری ہوں؟''

''مجھے علم ہے۔''

''اور یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے یہاں بعض اچھی خدمات بھی انجام دی ہیں؟''

''میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں کے معدنی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ہیڈ رہ چکے ہیں۔''

''اور میں ایک سروے کمیشن کا چیئرمین بھی تھا، جو شمال مغربی ہند میں تیل کی دریافت کا کام کر رہا تھا۔''

''یہ مجھے تفصیلاً نہیں معلوم۔''

''بہر حال، پرسوں رات مجھے ایک عجیب سا فون موصول ہوا ہے۔خدا جانے وہ کون تھا اور کیا چاہتا تھا۔''

''کیا کہا گیا تھا فون پر؟''

''یہی کہ میں تین دن کے اندر اندر ہندوستان چھوڑ دوں۔''

''ورنہ؟''

''ورنہ مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔''

Akram Allahabadi

''ممکن ہے کسی نے محض آپ کو پریشان کرنے کیلیے یہ شرارت کی ہو۔''

''پہلے تو میرا بھی یہی خیال تھا، اس لیے میں نے کل تک اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی، لیکن آج صبح میرے کمرے میں میرے بیڈ کے نزدیک ہی میری بلی مردہ پائی گئی ہے اور مجھے شبہ ہے کہ یہ ایک قسم کی وارننگ ہی ہے جو مجھے دی گئی ہے۔''

''وارننگ دینے والے کا لہجہ کیسا تھا؟ میرا مطلب ہندوستانی یا غیر ہندوستانی؟''

''میں بالکل یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا، لیکن اغلب یہی ہے کہ ہندوستانی تھا۔''

''یہ ملازم آپ کا معتمد ہے؟''

''یہ میرا پرانا اور وفادار اٹنڈنٹ ہے۔''

''گھر میں کوئی اور ملازم؟''

''گھر میں تو صرف ایک خانساماں ہے اور ایک صفائی والا۔ ایک اکیلے آدمی کیلیے اور چاہیے بھی کیا۔''

''کیا آپ ایسا کوئی سبب سوچ سکتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے واقف کار یا غیر واقف کار حلقوں میں کوئی آپ کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر سکے؟''

''مجھے اس کے متعلق علم نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ میں خود ریٹائر ہونے کے بعد یہاں نباتات پر ریسرچ اور بے فصل کی زرعی پیداوار کے سلسلے میں کچھ نجی تجربے کر رہا ہوں۔''

''کیا ان تجربات کا اثر کسی پر پڑ سکتا ہے؟''

''کچھ بھی نہیں۔ ویسے یہ تو سب کے مفاد کی چیز ہوگی۔ اور پھر ان کے بارے میں میرے سوا کسی کو علم بھی نہیں ہے۔''

''تو پھر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟''

''محض اس بلی والے واقعے سے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ صرف آج کی رات آپ میرے ساتھ یہاں قیام کریں اور اگر رات کو ۱ بجے تک مجھے کچھ بھی نہ ہوا تو میرے شبہات خود

Akram Allahabadi

غلط ثابت ہو جائیں گے۔''

''رات کو گیارہ بجے کیوں؟''

''آج رات کو گیارہ بجے اس کی تین دن کی مہلت پوری ہو جائے گی۔''

''آپ نے اس کو صیغۂ راز میں رکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟''

''تاکہ اگر میرے شبہات غلط نکلیں تو لوگ میرا مذاق نہ اڑائیں۔ میں بزدل نہیں ہوں، لیکن اچانک اس قسم کے حالات کی وجہ سے مجھے خان صاحب یا آپ کی مدد لینی پڑی ہے۔''

''بہتر ہے۔ ہم آج رات یہیں ٹھہریں گے، لیکن آپ ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کیجیے کہ آیا کوئی ایسی وجہ ہو سکتی ہے، جس سے آپ کے فوری طور پر ہندوستان چھوڑ دینے پر کسی کو فائدہ پہنچے؟''

''خیر، میں ایک بار پھر سوچتا ہوں۔ ویسے آپ اگر غسل وغیرہ فرمانا چاہیں تو میرے ملازم سے بلا تکلف کہہ دیجیے، وہ فوراً انتظام کر دے گا۔''

''شکریہ۔ اس کی ضرورت سمجھی تو تکلیف دوں گا، سر دست تھوڑی دیر کیلیے اجازت چاہتا ہوں۔'' بالے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''شوق سے۔'' سر پیٹرک نے کہا اور پھر اپنی کرسی کے ایک بازو میں لگا ہوا ایک لکڑی کا بٹن انھوں نے دبا دیا۔ اور اس وقت بالے کو معلوم ہوا کہ دراصل جس کرسی پر سر پیٹرک بیٹھے تھے وہ خود بخود چلنے والی آٹو میٹک رولنگ چیئر ہے۔ شاید اس کے اندر کوئی بیٹری سسٹم یا اسپرنگ سسٹم ہو۔ اسے اس طرح دیکھتے دیکھ کر سر پیٹرک مسکرا دیے۔

''اوہ، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ایک حادثے میں عرصہ ہوا میرے دونوں پیر بیکار ہو چکے ہیں۔'' انھوں نے بالے کو بتایا۔

''واقعی مجھے اس کا علم نہ تھا۔'' بالے نے جلدی سے کہا۔

Akram Allahabadi

''تقدیر ہے اپنی اپنی، دوست۔'' یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی سمیت ڈرائنگ روم کے عقبی دروازے کا پردہ ہٹاتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے اور بالے رؤف کو صورتِ حال سے آگاہ کرنے کیلیے باہر کی طرف چل دیا۔

.....

رات کو کھانے کے بعد سر پیٹرک اپنی لائبریری میں چلے گئے اور بالے اور رؤف ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔

''مجھے تو یہ بڈھا خبطی سا معلوم ہوتا ہے۔'' رؤف نے تبصرہ کیا۔

''یہ کس بنیاد پر سوچ لیا؟'' بالے نے کہا۔

''دیکھو نا، بات کرتے کرتے کھو جانا، بات ادھوری کرنا اور پھر کیا یہ حماقت نہیں کہ محض کسی کی ایک بیہودہ سی وارننگ کی خاطر پولیس کو پریشان کیا جائے۔''

''خیر، وہ ایسا آدمی تو نہیں معلوم ہوتا جو کسی فضول سی چیز کو اہمیت دے، اس کے پس منظر میں کوئی بات ایسی ضرور ہے جسے وہ ہم سے چھپا رہا ہے۔'' بالے نے کہا۔

''چھپانا ہی تھا تو ہم سے مدد لینا کیا معنٰے؟''

''رفو بھائی، تم ہر بات اب اپنی مونچھوں سے سوچنے لگے ہو، کھوپڑی سے نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''ظاہر ہے کہ پہلوان عقل کبھی استعمال نہیں کرتے، مونچھیں ہی استعمال کرتے ہیں۔''

''یہ میری بات کا جواب نہیں؟''

''ہمارے ذمے ہمارے آفیسر نے ایک ڈیوٹی لگائی ہے اور ہمیں اس کی تکمیل کرنی ہے، بس۔''

وہ یہیں تک گفتگو کر پائے تھے کہ سر پیٹرک کا گنجا انڈونٹ آ پہنچا۔

Akram Allahabadi

''آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔''اس نے بالے کی طرف اشارہ کر کے ادب سے کہا۔

''صرف ان کو؟'' رؤف نے پوچھا۔

''جی دن کو نہیں، ابھی، اسی وقت۔'' گنجے نے جواب دیا۔

''لاحول ولاقوۃ، یہ آدمی ہے یا ٹرانسفارمر۔'' رؤف جھنجلا گیا۔

''خیر، تم اس ٹرانسفارمر سے ہی گفتگو کرو، میں دیکھتا ہوں کیا بات ہے۔'' بالے اٹھا۔

''میرا تو اس خشک سی فضا میں دم گھٹ رہا ہے۔''

''دم تو اپنا بھی گھٹ رہا ہے، رفو بھائی، اس صحرائے لق و دق میں۔ نہ آدم زاد نہ پریزاد، مگر صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' یہ کہہ کر بالے چلا گیا۔

''آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟'' گنجے نے اخلاقاً رؤف سے دریافت کیا۔

''میں صرف تخلیہ چاہتا ہوں۔''

''تولیہ غسل خانے میں موجود ہے۔ اور کچھ؟''

''آپ سرپیٹرک کے اٹنڈنٹ ہیں؟'' رؤف نے برا سا منہ بنا کر طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں، سپرنٹنڈنٹ نہیں، میں اٹنڈنٹ ہوں۔''

''اوہ، میں سمجھا تھا آپ اٹنڈنٹ ہیں۔'' رؤف مذاق اڑانے والے لہجے میں بولا۔

''جی قطعی نہیں، میں اٹنڈنٹ ہوں۔'' اس نے بڑی سادگی سے کہا۔

رؤف کو بالآخر اپنا سر تھام لینا پڑا۔

''شاید سر میں درد ہو رہا ہے آپ کے۔'' اٹنڈنٹ ہمدردانہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

''شکر ہے آپ کو احساس تو ہوا۔'' رؤف نے تھکی ہوئی سی آواز میں کہا۔

Akram Allahabadi

''ابھی حاضر کرتا ہوں۔''اٹنڈنٹ یہ کہہ کر چلا گیا اور رؤف اسے حیرت سے دیکھتا ہی رہ گیا۔خدا جانے وہ کیا حاضر کرنے گیا تھا،مگر ایک منٹ بعد ہی اٹنڈنٹ واپس آ پہنچا۔اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی۔

''لیجیے۔اتفاق سے ہمارا خانساماں اس کا شوقین ہے،اس کے پاس مل گئی۔''اس نے وہ ڈبیا رؤف کی طرف بڑھادی۔اور رؤف نے کھول کر دیکھا۔

اس میں ناس تھی۔اسے اس وقت بے اختیار ہنسی آ گئی، کیونکہ اٹنڈنٹ اپنے اس عمل میں بالکل سنجیدہ تھا۔اب سماع کے اس فرق کو کیا کیا جائے، جو اس بیچارے کے اپنے بس کی بات نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# ایک راز

سر پیٹرک لائبریری میں ایک آرام دہ نشست پر کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ پاس ہی ان کی وہ گدے دار کرسی پڑی تھی۔ بالے کو دیکھ کر انھوں نے ایک بار پہلو بدلا اور پھر کچھ دیر تک اسے گھورتے رہ گئے۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خان صاحب نے میری بات کو اتنی اہمیت کیوں نہیں دی؟'' وہ بڑبڑانے لگا۔

''کونسی بات کو؟''

''یہی کہ میری زندگی کو واقعی طور پر خطرہ ہوسکتا ہے۔''

''سر پیٹرک، خطرہ تو اس زمین پر ہر زندگی کو ہوسکتا ہے۔ حالات اور حادثات کسی وقت یا موحول کے پابند نہیں ہوتے۔'' بالے نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

''انھوں نے کہا تھا کہ میں آپ پر اسی قدر بھروسہ کرسکتا ہوں، جس قدر کہ ان پر؟''

''اس میں کوئی شک نہ ہونا چاہیے آپ کو۔''

''تو پھر سنیے...'' مگر وہ کہتے کہتے رک گئے۔ ان کا گنجا اٹنڈنٹ اچانک اندر آ پہنچا تھا۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

''میں اجازت چاہوں گا، سر پیٹرک۔ مجھے آج شہر جانا چاہیے، جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔'' گنجے اٹنڈنٹ نے ادب سے جھک کر کہا۔

''اوہ، ہاں۔'' یہ کہتے ہوئے سر پیٹرک بالے کی طرف گھومے۔ ''آج ان کے کسی رشتے دار کی شادی ہے۔ یہ کئی دن پہلے ہی بتا چکے تھے۔'' انھوں نے بالے سے کہا۔ پھر سر کے اشارے سے سر پیٹرک نے اٹنڈنٹ کو اجازت دے دی۔ اس نے ذرا سا جھک کر مالک کا

شکریہ ادا کیا اور بالے کی طرف دیکھے بغیر باہر چلا گیا۔

''میں کہہ رہا تھا۔'' وہ پھر بالے سے مخاطب ہوئے۔ ''کہ اگر خدانہ کرے آج مجھے کچھ ہو جائے تو...تو آپ...'' یہ کہتے ہوئے انھوں نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر بالے کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس پتے پر پہنچ جایئے گا، وہاں میرا ایک قیمتی راز محفوظ ہے۔''

بالے نے غور سے اس کارڈ کو دیکھا، جس پر قلم سے تحریر تھا: ایملی ٹیلر، ۲۰۷ ماڈرن ٹاؤن۔

''بہتر ہے۔'' بالے نے یہ کہہ کر کارڈ کو احتیاط سے جیب میں رکھ لیا اور سوالیہ نظروں سے سر پیٹرک کو دیکھنے لگا۔ اسے توقع تھی کہ سر پیٹرک کچھ اور کہنا چاہتے ہیں، لیکن سر پیٹرک نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالے کچھ دیر تک ان کی شکل دیکھتا رہا، مگر سر پیٹرک کسی اور خیال مین کھو گئے تھے، یا جیسے وہ اس سے زیادہ اس بارے میں کچھ بتانا ہی نہ چاہتے ہوں۔

''تو میں جا سکتا ہوں اب۔'' بالے نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ واپس تو نہیں جا رہے ہیں نا؟ مجھے صرف آج ہی رات اپنی زندگی کیلیے خطرہ محسوس ہو رہا ہے، اگر رات خیریت سے گزر گئی تو میں سویرے خود بخوشی آپ کو رخصت کر دوں گا۔'' سر پیٹرک نے کہا۔

''سر پیٹرک، آپ بہت کچھ چھپا بھی رہے ہیں اور پھر یہ بھی چاہتے ہیں کہ پوری طرح آپ کی حفاظت کی جا سکے، یہ تو اسی وقت ممکن ہوتا جب واقعات کی نوعیت ہمیں معلوم ہوتی۔'' بالے نے اس بار صاف گوئی سے کام لیا۔

''دیکھیے، دراصل اس وقت میں نے کسی شبے کے پیشِ نظر آپ سے غلط کہا تھا کہ کسی نے مجھے ہندوستان چھوڑنے کی دھمکی دی ہے، لیکن یہ سوچ ہے کہ میری زندگی آج کی رات خطرے میں ہے۔ دراصل مجھے اپنے آدمیوں پر بھی اس معاملے میں پورا بھروسہ نہیں تھا، اور اسی لیے میں نے اس وقت اس بات کو دوسرا رنگ دے دیا۔'' سر پیٹرک رازدارانہ لہجے میں بتانے

لگے۔

''میں یہی تو پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ خطرہ آپ کو کس سے ہے، کس طرف سے ہے؟'' بالے نے پھر سوال کیا۔

''خطرہ کس کی طرف سے ہے؟ یہ تو میرے فرشتے بھی نہیں جانتے، لیکن کس وجہ سے ہے، یہ ایک ایسا راز ہے جس پر سے میری موت کے بعد ہی پردہ اٹھ سکے گا۔ میں اس راز کو کسی قیمت پر ظاہر نہ کروں گا جس سے انسانیت کو تباہی کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ مجھے آپ اس کیلیے مجبور نہ کیجیے۔'' سر پیٹرک نے ایسے لہجے میں کہا جس میں التجا کی جھلک تھی۔ بالے سوچ میں پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد اس سلسلے میں کچھ پوچھنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ پھر بھی اس نے ایک سوال کر ہی ڈالا۔

''خیر، کم از کم یہ تو بتا دیجیے کہ آپ کو اس خطرے کا علم کس طرح ہوا؟''

''تین دن سے مجھے ایک نامعلوم آواز ٹیلی فون پر سنائی دے رہی ہے اور وہ مجھ سے اسی راز کی سپردگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ آج اس نے مجھے آخری وارننگ دی ہے اور اس کے بعد موت کی دھمکی۔''

''کوئی مردانی ہی آواز ہوگی؟''

''جی ہاں۔ آواز بھاری سی اور لہجہ ہندوستانی ہی معلوم ہوتا ہے۔''

''بہتر ہے۔ آپ کی آرام گاہ کی حفاظت میں اور میرا ساتھی کریں گے اور میں آپ کے مسلح دربان کو بھی چوکنے رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔''

''لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ اس خطرے کے پیشِ نظر شہر میں منتقل ہو گئے ہوتے؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کی گہما گہمی میں یہ خطرہ اور شدید ہوسکتا تھا۔ کوئی راہ چلتے بھی کسی کو ختم کرسکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں اگر دور سے کسی کی آہٹ مل سکتی ہے تو وہاں کے

مصروف ماحول میں تو سامنے آجانے والے پر بھی شبہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"یہ دلیل آپ کے نقطہ نظر سے ایسی ہو سکتی ہے، ورنہ شہر میں تو حفاظت کا اور معقول بندوبست ہو سکتا۔" بالے نے مشورہ دیا۔

"اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو یہ رات گزار کر میں کل ہی شہر میں منتقل ہو جاؤں گا۔" سر پیٹرک نے وعدہ کیا۔

"تو پھر میں آپ کے آس پاس ہی موجود ہوں، آپ بے فکر رہیے، ہم لوگوں کے ہوتے ہوئے کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔" بالے یہ کہہ کر ان کی اجازت کا انتظار کیے بغیر باہر نکل آیا۔

اس نے پہلے اطراف کے کمروں اور کاریڈور کا جائزہ لیا اور ملازم سے کہہ کر تمام روشنیاں آف کرا دیں، پھر وہ برآمدے میں آ پہنچا، یہاں رؤف آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے خراٹے لے رہا تھا۔

"جواب نہیں مستعدی کا۔" وہ بڑبڑایا۔ پھر اس نے ماچس کی ایک سلائی اس کے کان میں گھما دی۔ وہ بری طرح اچھل پڑا۔

"خبردار، کون ہے؟" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اگر یہی عالم ہے آپ کی فرض شناسی کا تو کوئی آپ کی مونچھ... آئی ایم ساری، ساری مونچھ بھی مونڈ لے جائے گا اور آپ کو خبر نہ ہوگی۔"

"میں کیا کروں، تھکن کی وجہ سے نیند آ گئی تھی۔"

"کمال ہے۔ یہ جغادری مونچھیں اور یہ بزدلانہ حرکت۔"

"بھئی، اس وقت تو معاف ہی کرو میری مونچھوں کو۔ ویسے اندر کہاں بیٹھ گئے تھے؟"

"سر پیٹرک کے پاس، رفو بھائی، معاملہ واقعی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ کاش یہاں

فون ہوتا اور ہم کچھ اور آدمی بلا سکتے۔''

''تو پاکٹ ٹرانسمیٹر نہیں ہے تمہارے پاس؟''

''نہیں۔کیا معلوم تھا کہ کوئی ایسی ضرورت پڑے گی۔سر پیٹرک نے خان صاحب کو بھی اس معاملے کی اصل نوعیت سے آگاہ نہیں کیا تھا۔''

''تو پھر؟''

''پھر کیا، بس آج کی رات چوکنے رہ کر سر پیٹرک کی حفاظت کرنی ہوگی۔کل تو وہ خود شہر میں منتقل ہو جائیں گے اور وہاں کے حالات سے خان صاحب خود نپٹ لیں گے۔''

''ان کے نوکر؟'' رؤف نے سوال کرنا چاہا۔

''وہ گنجا تو شہر جا چکا ہے اور دوسرے نوکروں پر تم نظر رکھنا۔میں خود بھی اندر کی نگرانی کرتا ہوں۔یہاں باہر کی نگرانی تم سنبھالو۔'' بالے نے کہا۔''وہ تو لائے ہو نا ساتھ؟''

''ہاں، میری جیب میں ہے اور لوڈڈ ہے۔''

''بس تو پھر آنکھ اور کان کھلے رکھ کر شاعری کرو یہیں، میں چلا۔''

☆☆☆☆☆☆

سر پیٹرک کا معمول تھا کہ وہ رات کو ریڈیو پر ۱۰ بجے کے بعد مغربی موسیقی کے پروگرام سنتے تھے۔یہ ریڈیو ہی ان کی تنہائی کا رفیق تھا۔ویسے جب سے ان کی بیوی مری تھی، وہ اکیلے ہی زندگی گزار رہے تھے۔بس یہی نوکر تھے۔اور ایک بنگلہ شہر میں تھا اور ایک یہاں۔ یہاں وہ نباتات کو کھا جانے والے کیڑوں پر ریسرچ کر رہے تھے اور کچھ دوسری تحقیقات بھی زیرِ عمل تھیں۔لیکن وہ کیا کرتے تھے، یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ان کی مصروفیات ان تک ہی محدود تھیں اور جب سے وہ ریٹائر ہوئے تھے، زیادہ تر ان کا قیام یہیں رہتا تھا۔

وہ اس وقت بھی ریڈیو کے قریب بیٹھے سگار پی رہے تھے۔ریڈیو سے ابھی بی بی سی

کا پروگرام نشر کیا گیا تھا اور اب وہ وائس آف امریکہ کے نشریات سن رہے تھے۔ ماحول پر اس وقت ایک بھیانک سا سکوت مسلط تھا۔ اور سر پیٹرک نے آج کسی نامعلوم خوف سے متاثر ہو کر کمرے کی تمام کھڑکیاں بند کر لی تھیں۔ ویسے بھی ہوا کیونکہ خنک تھی، اس لیے کھڑکیاں کھلی رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ آتشدان کی کارنس پر رکھی ہوئی ٹائم پیس میں اس وقت ساڑھے ۱۰ بج چکے تھے اور ریڈیو پر واشنگٹن سے سنائی دینے والی موسیقی کی مدھم اور کیف آور لہریں خواب آور ہوتی جا رہی تھیں، مگر خلافِ معمول آج سر پیٹرک کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ وہ کسی معمولی کھٹکے کی آواز پر بھی چونک پڑتے تھے اور پھر اپنی اس بزلانہ مستعدی پر خود ہی شرمسار ہو کر سر جھکا لیتے تھے۔ پاس ہی ایک مونڈھی پر آج کا انگریزی اخبار پڑا ہوا تھا، جو ان کا اٹنڈنٹ روز شہر سے لایا کرتا تھا۔ ٹھیک ساڑھے ۱۰ بجے سر پیٹرک نے اخبار کو اٹھا کر اس کے پروگراموں والے کالم پر ایک نظر ڈالی اور ایک جگہ ان کی نظریں ٹھہر گئیں۔

شارٹ ویوز کے ۳۵۰ میٹر بینڈ پر آج ایک ہندوستانی پروفیسر مسٹر ہیمراج باٹنی (Botany) پر ایک لیکچر دینے والے تھے۔ اور یہ موضوع سر پیٹرک کیلیے خاص دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ اخبار ایک طرف رکھ کر ریڈیو کی سوئی ۳۵۰ پر لگا کر اطمینان سے بیٹھ گئے اور ریڈیو پر پروفیسر ہیمراج کا لیکچر شروع ہو گیا۔ لیکچر نصف گھنٹے کا تھا۔ سر پیٹرک بڑی توجہ سے اسے سن رہے تھے اور گھڑی کی سوئی بتدریج اپنا وقت بدلتی جا رہی تھی۔

ایک بار اچانک دروازہ کھلنے کی آواز سے ان کے تمام جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے، لیکن اندر داخل ہونے والا سارجنٹ بالے تھا، جسے غور سے دیکھنے کے بعد ان کی جان میں جان آئی۔

''میں تو سچ مچ ڈر گیا تھا اس وقت۔ واقعی زندگی بھی کتنی عزیز ہوتی ہے انسان کو۔'' سر پیٹرک نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ اپنی خفت مٹانے کو بولے۔

''ایسے حالات میں یہ کیفیت بہادر سے بہادر انسان پر بھی گر سکتی ہے۔'' بالے نے

یہ کہہ کر خود ہی ان کی خفت مٹادی، ورنہ کوئی بھی انگریز بزدل ہونے سے زیادہ بزدل نظر آنا ناپسند کرتا ہے۔سرپیٹرک پر لمحے بھر کیلیے سرخی سی آ گئی۔

''آپ چاہیں تو اطمینان سے آرام فرمائیں، میں قطعی غافل نہیں ہوں۔'' بالے نے انھیں مزید مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''بس یہ لیکچر پورا سن لوں،اس کے بعد۔'' سرپیٹرک بولے۔

''بہتر ہے۔ویسے میں آپ سے زیادہ دور نہیں ہوں۔'' یہ کہہ کر بالے پھر باہر چلا گیا اور سرپیٹرک لیکچر سننے میں مصروف ہو گئے۔لیکن ٹھیک ۱۱ بجے، جیسے ہی لیکچر ختم ہوا، انھیں ریڈیو سیٹ سے ایک عجیب آواز سنائی دی۔وہی پراسرار انجانی آواز۔

''سرپیٹرک، میڈیم ویولینتھ (Medium wavelength) ۲۵،۵۰۰ پر سنیے۔''

سرپیٹرک حیرت سے اچھل پڑے،لیکن غیر ارادی طور پر ان کا ہاتھ بٹن پر چلا گیا اور بینڈ تبدیل کر کے وہ سوئی گھمانے لگے۔

مگر جیسے ہی سوئی ۲۵´۵۰۰ کے میٹر بینڈ پہنچی، اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور ساری فضا لرز سی اٹھی۔

بالے دھماکے کی آواز سنتے ہی دوڑ پڑا۔اس کے پیچھے رؤف بھی تھا۔مگر سرپیٹرک کے کمرے کا دروازہ کھولنے کی نوبت ہی نہ آئی۔دروازے کا ایک پٹ گرا پڑا تھا اور کمرہ ملبے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔اس کی چھت بھی نیچے آ پڑی تھی۔

''سرپیٹرک۔'' بالے زور سے چیخا۔اور جب رؤف اور بالے نے مل کر ملبے کو ہٹایا تو سرپیٹرک کی لاش خون میں لتھڑی دبی پڑی تھی۔ان کے نوکر تو حیرت و خوف سے دروازے پر ہی رک کر دیکھتے رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# ریڈیائی دھماکا

''مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ دھماکا کیسے ہوا؟'' خان بالے سے پوچھ رہا تھا۔

''ممکن ہے اس کمرے میں کوئی ٹائم بم کسی طرح رکھ دیا گیا ہو۔'' ڈیسوزا نے رائے دی۔

''جی نہیں۔ میں اس سے پہلے اچھی طرح کمرے کی تلاشی لے چکا تھا۔'' بالے نے تردید کی۔

''یہ بھی ممکن ہے کہ کسی نے باہر سے کوئی گرینیڈ (دستی بم) پھینکا ہو۔''

''باہر تو کسی ذی روح کا وجود تک نہ تھا۔ میں خود باہر نگرانی کر رہا تھا۔''

رؤف نے ادب سے مداخلت کی۔ ''شاید کوئی چھت پر رہا ہو۔''

''چھت پختہ تھی۔''

''خیر، جو کچھ ہوا اس کی امید تو ہرگز نہیں کی جا سکتی تھی۔ اور یہ بہت برا ہوا۔ سر پیٹرک کوئی معمولی شخصیت نہ تھے۔'' خان کھوئے ہوئے انداز میں بولا۔

''اس سلسلے میں پولیس سے حکام بالا ضرور باز پرس کریں گے۔'' ڈیسوزا نے رائے دی۔

''نہیں، سر پیٹرک نے ذاتی طور پر مجھ سے اس سلسلے میں فون پر گفتگو کی تھی، محکماتی طور پر ان کی کوئی رپورٹ پولیس کو نہیں ملی۔'' خان بولا۔

''وہ کارڈ کہاں ہے؟'' خان نے پھر بالے سے پوچھا۔

''یہ رہا۔'' بالے نے وہ کارڈ خان کی طرف بڑھا دیا اور وہ اسے سامنے رکھ کر دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے سر اٹھا کر بالے سے کہا۔

Akram Allahabadi

''مال خانے سے وہ ریڈیو اور وہ اخبار بھی منگاؤ۔''

''ٹوٹی ہوئی میز اور کرسیاں بھی منگوائی جائیں؟'' بالے بولے بغیر نہ رہا۔

''میں اس وقت کسی خوشگوار موڈ میں نہیں ہوں۔'' خان نے اسے گھورا۔ بالے نے جا کر چپراسی کو ہدایت کر دی تا کہ وہ دونوں چیزیں مال خانے لے آئے۔

''میں نہیں سمجھتا تھا کہ اگر معاملہ اتنا سیریئس نکلے گا۔'' خان ڈیسوزا سے کہنے لگا۔

''سیریئس نہ ہوتا تو سر پیٹرک جیسا سنجیدہ آدمی اسے اتنی اہمیت نہ دیتا۔'' ڈیسوزا نے رائے دی۔

''خیر، یہ تو نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ سر پیٹرک بھی اس بارے میں یقین نہیں کر سکے تھے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونے والا ہے۔ یعنی وہ خطرہ جس کا انھیں احتمال تھا ان کی جان لے کر ہی رہے گا، ورنہ وہ باقاعدہ پولیس کی مدد لیتے، یا وہ خود مجھ سے ملتے۔'' خان نے بتایا۔ ''بالے اور رؤف کے پہنچ جانے سے ان کی اپنی حفاظت کا اطمینان تو ہو گیا تھا، ورنہ ذہنی طور پر غیر مطمئن یا موت کو سر پر محسوس کرنے والا آدمی ریڈیو کے سامنے بیٹھ کر پروگرام نہیں سن سکتا۔''

خان ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک حوالدار ہاتھ میں ایک گٹھڑی لیے آ پہنچا اور سلام کر کے اس نے اسے میز پر رکھ دیا۔ ڈیسوزا نے گٹھڑی کھول دی۔ اس میں سر پیٹرک کے ریڈیو سیٹ کے پرخچے جمع تھے اور اس کے والوز اور تاروغیرہ جس سیٹ سے نصب تھے وہاں ٹوٹے ہوئے تاروں کا ایک گچھا سا بن گیا تھا۔ والوز کے نچلے حصے ہی صرف رہ گئے تھے۔ خان اس سیٹ کو بڑی دیر تک غور سے دیکھتا رہا اور دوسرے خان کی شکل دیکھتے رہے۔

''دھماکا یقیناً اس ریڈیو سیٹ کے اندر ہوا ہے۔'' خان نے کچھ دیر بعد منہ کھولا اور وہ اس کے اس خیال پر حیران رہ گئے۔

''ریڈیو سیٹ کے اندر؟''

''ہاں، اور اس وقت ہوا ہے جب یہ سوئی نمبر پلیٹ ۲۵، ۵۰۰ کے میٹر بینڈ پر پہنچتی

ہے۔ یہ دیکھو، یہ اس جگہ رکی ہوئی ہے۔'' خان نے بتایا اور وہ تعجب سے دیکھنے لگے۔ خان کی اس حیرتناک ذہانت کے تو وہ قائل تھے کہ جہاں دوسروں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی، وہاں اس کا خیال پہنچ جاتا ہے، لیکن ان میں سے ہر ایک کیلیے یہ انکشاف کہ دھماکا ریڈیو میں ہوا ہے، باعثِ حیرت تھا، وہ ایسا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔

''یہ بکھر کر گچھے کی شکل میں الجھ جانے والے تار اور یہ والوز کے ٹکڑے اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں۔'' خان نے تاروں کو ہاتھ سے چھو کر بتایا۔ پھر ریڈیو کو چھوڑ کر وہ اس اخبار کو دیکھنے لگے، جسے اسی گٹھڑی سے نکالا گیا تھا۔ اخبار کا وہی صفحہ اس کے سامنے تھا جس پر ریڈیو پروگرام چھپا ہوا تھا۔

''کس وقت یہ دھماکا ہوا تھا؟'' خان نے بالے سے پوچھا۔

''ٹھیک گیارہ بجے۔'' بالے نے بتایا۔

''ہُم۔'' خان پھر پروگرام دیکھنے لگا۔ اور اس کی نظریں پروفیسر ہمراج کے لیکچر والے پروگرام پر آ کر تھم گئیں۔

''گیارہ بجے لیکچر ختم ہوا ہوگا۔'' وہ سوچتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ ''اور... اور... ہاں ٹھیک ہے۔ سر پیٹرک کو باٹنی سے کیوں نہ دلچسپی ہوگی۔ تو... پھر...'' اور اس کی انگلیاں میز پر بجنے لگیں۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی الیکٹرانک برین سائنس کا کوئی سوال حل کر رہا ہو اور تین تماشائی حیرت سے کھڑے اس کے نتائج دیکھ رہے ہوں۔

''خیر، تم اپنی رپورٹ مت مرتب کرنا، اس مضافاتی علاقے کی پولیس کو ہی رپورٹ مرتب کرنے دو۔ میں نے انھیں ہدایت کر دی ہے کہ ان کی رپورٹ میں تم دونوں کا ذکر نہ آئے۔'' خان نے بالے کو ہدایت کی۔

''اور وہ سر پیٹرک کا سکریٹری یا اٹنڈنٹ، جو ہماری حراست میں ہے؟''

''اس کا تعلق تو نہیں معلوم ہوتا، مگر سر دست اسے شبے کی بنا پر پڑا رہنے دو۔'' خان

نے حکم دیا اور خود اپنا ہیٹ اپنا سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرے لیے کیا حکم ہے؟'' ڈیسوزا نے پوچھا۔

''سرپیٹرک کے ماضیِ قریب کی گہری چھان بین، اور ہاں، بالے، یہ اپنا کارڈ لو اور ذرا عقل سے کام لینا۔ صنفِ نازک کو دیکھ کر تمہاری کھوپڑی گھاس چرنے لگ جایا کرتی ہے۔'' اس نے وہ کارڈ پھر بالے کے حوالے کر دیا۔ ''یہ کام جلد از جلد ہونا چاہیے۔''

''اور، رؤف خاں، تم سرپیٹرک کے اس مضافاتی بنگلے کی بہت کڑی نگرانی رکھو، ممکن ہے وہاں کوئی کسی خاص چیز کی تلاش میں آئے، لیکن تم اپنی پہچانی جانے والی حیثیت میں نہیں جاؤ گے۔'' وہ چلتے چلتے رؤف سے بولا۔

''جی میں سمجھ گیا۔''

''سمجھ ہی ہوتی تو فلسفی نہ بن گئے ہوتے۔'' بالے بول پڑا، مگر خان باہر جا چکا تھا۔

''خدا کا شکر ہے کہ تم سے تو پیچھا چھوٹا۔'' رؤف نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

''بہت غلط محاورہ بول رہے ہو، رفو بھائی۔''

''تم بکا کرو، میں تو چلا۔''

''اہاہا... کیا انداز ہیں، بھاڑ میں جائے موا، میں تو میکے چلی۔'' بالے نے عجیب انداز سے مٹک کر اسے چڑایا۔ ڈیسوزا بے اختیار ہنس پڑا۔

''میں سنتا ہی نہیں، چیخے جاؤ۔'' رؤف بھی یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور اب ڈیسوزا بھی جانے لگا۔

''ڈیسوزا صاحب، یہ ایملی کسے کہتے ہیں؟'' بالے نے اس سے پوچھا۔

''وہ کوئی پھل ہوتا ہے نا، کھٹا کھٹا...''

''اوہو، میں پوچھ رہا ہوں کہ عیسائیوں میں ایملی مرد تھی کہ عورت تھا؟''

''ہم کو نائیں مالوم'' ڈیسوزا جھنجلا گیا۔ ''سالا ہوئینگا کوچھ بھی۔''

Akram Allahabadi

''کمال ہے آپ کو عورت اور مرد کا فرق نہیں اور بنے ہیں پولیس انسپکٹر۔''

''بابا، مجھے تو معاف رکھو، میرے کو بھوت کام ہے۔'' یہ کہتا ہوا ڈیوزا بھی کھسک گیا۔

بالے نے چھت کی طرف دیکھ کر ایک لمبی سی ٹھنڈی سانس کھینچی اور کارڈ کو دیکھ کر کہنے لگا۔

''اوپر والے، اگر ایملی کسی بنتِ حوا کا نام ہے تو میں سے اوپر نہ ہو۔'' پھر وہ بھی کارڈ کو جیب میں رکھ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا آفس سے نکل آیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# رازدار

ماڈرن ٹاؤن شہر کے مشرقی کنارے پر ایک نئی آبادی تھی جسے پچھلے دس سالوں میں ہی مغربی طرز کی عمارتوں سے بسایا گیا تھا۔ یہ بڑی صاف ستھری اور کشادہ بستی تھی، جس میں زیادہ تر غیر ملکی، یا ایسے ہندوستانی رہتے تھے جو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر ہوں، یا جن کے کافی منافع والے کاروبار ہوں۔ یہاں عمارتیں اپنے ناموں کی بجائے نمبروں سے جانی جاتی تھیں۔ شہر کے وسطی حصے سے ماڈرن ٹاؤن تقریباً چار میل کے فاصلے پر تھا، اس لیے بالے کو شوکت کی کار لے کر بھاگنا پڑا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس وقت شوکت کی کار اس کے گھر کے باہر ہی کھڑی تھی اور وہ اپنی عادت کے مطابق جلدی میں کھڑکیاں، دروازے لاک کرنا اور شیشے چڑھانا بھول گیا تھا۔ شوکت کی کار کے سوئچ کی ایک چابی ہمیشہ بالے کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور یہ چابی خود بالے نے شوکت کو پریشان کرنے کیلیے بنوا رکھی تھی۔ وہ کئی بار اسی طرح اس کی کار اڑنے کے لے گیا تھا اور شوکت نے اس کی تلاش میں سارا شہر چھان مارا تھا۔

گیٹ پر موجود چپراسی بالے کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اسے یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ خود شوکت کے معاملات میں شوکت سے زیادہ بالے کی ہی چلتی ہے۔ اس لیے وہ لوگ شوکت سے زیادہ بالے سے ڈرتے تھے۔

''کہاں ہیں تمہارے شوکت میاں؟'' بالے نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اندر ہے، میاں، ابھی آئے ہیں۔''

''خیر، لیکن اگر تم نے بتایا کہ کار میں لے گیا ہوں تو میں حجامت کر دوں گا تمہاری۔'' بالے نے اسے جتایا۔

Akram Allahabadi

''نہیں میاں، قسم لے لو، مگر اگر میرے پے بگڑ پڑے کہ سالے آنکھوں دیکھی گاڑی کاں گئی تو میں کیا جواب دوں گا؟''

''کہہ دینا کہ میں بیت الخلاء گیا تھا۔''

''اور جو بگڑے کہ کائے کو گئے تھے؟''

''عجیب نامعقول ہو، کہہ نہیں سکتے کہ چپراسی ہوں کار کا چوکیدار نہیں ہوں۔'' بالے نے یہ کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کردی۔ اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ بالے کو گئے ہوئے بمشکل دو ہی منٹ گزرے تھے کہ اندر سے شوکت بھی نکل آیا۔ اسے شاید کہیں جانا تھا۔

''ابے کار کاں غائب ہوگئی؟'' اس نے چپراسی سے پوچھا۔

''اللہ جانے، میاں۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

''تم کائے کو نہیں جانو، سالے حرام کی تنخواہ لیتے ہو۔''

''میاں، میں تو لیٹرین چلا گیا تھا۔''

''اور لو سالے اب انگلش میں رفع حاجت کرنے لگے۔ جاؤ دیکھو، ادھر باہر تو نہیں کھڑی ہے؟'' شوکت نے اسے ہدایت کی۔

''مگر سائی باہر کیسے پاؤں پاؤں چل کے جائے گی، میں نے تو یہیں کھڑی کی تھی۔'' وہ پھر بول اٹھا۔ پھر اچانک اسے بالے کا خیال آگیا۔

''ابے کہیں وہ سارجنٹ کا بچہ تو نہیں آیا تھا؟''

''ہاں، یہاں وئی آئے ہوں گے، بھلا اور کس کی مجال ہے۔'' چپراسی جلدی سے بول اٹھا۔

''باپ کا مال ہے جیسے ان کے، میں تو ابھی گمشودگی کی رپورٹ لکھواتا ہوں سائی کی۔'' شوکت جھنجلا گیا۔ اور پھر پلٹ کر دفتر میں داخل ہوگیا۔

''اپنے آفس سے جب اس نے پولیس ہیڈ کوارٹرز کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ بالے کو

تو وہاں سے گئے ہوئے بہت دیر ہوگئی۔بادل نا خواستہ اسے اپنے لیے ٹیکسی منگوانی پڑی۔

☆☆☆☆☆☆

ماڈرن ٹاؤن ایریا میں اس وقت بھی کوئی چہل پہل نہ تھی۔کہیں اکا دکا جوڑے فٹ پاتھ پر نظر آجاتے،یا دو چار کاریں ادھر سے ادھر گزر جاتیں۔

بہر حال عمارتوں کے احاطوں کے دروازوں پر لگے ہوئے نمبروں سے اسے ۲۰۴ نمبر کی عمارت تلاش کر لینے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی۔یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت بنگلہ تھا جس کے احاطے میں پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے۔اندر ایک چھوٹی سی سبز رنگ کی کار کھڑی تھی۔دروازے پر کوئی دربان موجود نہ تھا،یا ہوگا بھی تو اس وقت تو نہ تھا۔اس نے کمپاؤنڈ کا دروازہ کھلا پا کر کار اندر ہی داخل کر دی۔اس کی کار کے رکنے کی آواز سن کر ایک سفید لباس والا ملازم فوراً باہر آ گیا۔بالے کو کار سے اترتے دیکھ کر اس نے پہلے تو سلام کیا پھر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''یہاں کون رہتا ہے؟''بالے نے اس سے سوال کیا۔

''ٹیلر صاحب کا بنگلہ ہے،صاحب۔''نوکر نے جواب دیا۔

''ٹیلر صاحب؟تو کیا یہاں کپڑے سیے جاتے ہیں؟''وہ انجان بن کر بولا۔

''نہیں،صاحب،یہ تو نام ہے صاحب کا۔انگریزوں کے نام تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔''نوکر اسے سمجھانے لگا۔

''اوہ،مگر یہاں کوئی ایک جوان سی لڑکی بھی تو رہتی ہے؟''

''اوہ،صاحب کی بھتیجی ہوں گی وہ۔''

''ہاں،شاید وہی ہوں گی۔مجھے ان سے ہی ملنا ہے۔''بالے نے کہا۔جس پر وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔شاید وہ اسے صاحب کی بھتیجی کا کوئی خواستگار سمجھ بیٹھا تھا۔

''وہ یہاں تو کسی سے نہیں ملتیں،صاحب۔''اس نے صاف انکار کر دیا۔

Akram Allahabadi

''تو کہاں ملتی ہیں؟''

''ریڈیو کلب میں۔ وہیں روز شام کو جاتی ہیں۔'' اس نے راستہ بھی بتایا۔

''مگر مجھے ان سے دوستی نہیں کرنی ہے، برخوردار، ان سے جا کر کہو کہ مجھے سر پیٹرک نے بھیجا ہے۔''

''اوہ، بڑے صاحب نے۔'' وہ چونک پڑا۔ ''میں ابھی خبر کرتا ہوں، آپ تشریف رکھیے۔'' اس نے باہر پڑی ایک گول پیندے والی بید کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''سر پیٹرک تمہارے بڑے صاحب ہیں؟''

''جی ہاں، ہم لوگ انھیں بڑے صاحب ہی کہتے ہیں۔ وہ اکثر یہاں آیا کرتے ہیں۔''

''اور تمہارے صاحب؟''

''وہ یہاں کہاں ہیں، وہ تو رنگون میں ہیں۔''

''اوہ، اچھا، خیر تم انھیں تو خبر کرو۔''

''ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور بالے وہیں ٹہل کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ دو منٹ کے بعد ہی اسے ایک بہت نرم سی لچکتی آواز سنائی دی۔

''یس پلیز۔''

وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ حسن کا یہ سرخ و سفید مجسمہ جو نور کے سانچے میں ڈھلا نظر آ رہا تھا، دیکھنے والوں کی نگاہوں خیرگی پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ سفید فام ہو کر بھی چہرے کے نقوش اور اپنے سڈول بدن کے ساتھ ایک حسن کا پیکر نظر آتی تھی۔ وہ چند لمحوں کیلیے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

''یس پلیز۔'' لڑکی نے دہرایا۔

''کیا مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی؟'' بالے نے بھی بڑا مہذب لہجہ

اختیار کیا۔

''اوہ، آئی ایم ساری، آپ اندر تشریف لایئے۔'' لڑکی نے بڑی صاف ہندوستانی زبان بولی۔ اور بالے اس اتفاق پر سوچتا ہوا اس کے پیچھے اندر والے کمرے میں داخل ہوگیا۔ لڑکی نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود آتشدان کے نزدیک والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ بالے نے دیکھا آتشدان کی کارنس پر حضرت عیسیٰ کی تصویر اور دائیں سمٹ خاتون مریم کا ایک مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک صلیب تھی۔ اس نے ان چیزوں کو دیکھ کر یہی اندازہ لگایا کہ یہ لوگ مذہبی رجحانات کے حامل ہیں، اس لیے خطرناک نہیں ہو سکتے۔

''اب فرمایئے، کیا خدمت کروں آپ کی؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''آپ ہی مس ایملی ٹیلر ہیں؟'' بالے نے سوال کیا۔

''کیا اس میں بھی کوئی شک ہوسکتا ہے۔'' وہ ہنس پڑی۔

''سر پیٹرک نے اپنی موت سے پہلے مجھے ایک کارڈ دیا تھا۔''

''کیا...؟ آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہے؟ سر پیٹرک کو کیا ہوسکتا ہے؟ وہ قطعی تندرست آدمی ہیں۔'' ایملی کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے، مگر وہ فوراً ہی اس طرزِ گفتگو پر شرمندگی محسوس کرنے لگی۔

''معاف کیجیے گا، میں بے ساختگی میں کچھ ناشائستہ الفاظ استعمال کر گئی۔''

''کوئی بات نہیں، نفسیاتی نقطۂ نظر سے یہ بے ساختگی بے جا نہ تھی۔'' بالے نے بڑی نرمی سے کہا۔

''میں سمجھی نہیں؟''

''ظاہر ہے کہ کسی قریبی بزرگ یا رشتے دار کے بارے میں اچانک ایسی خبر سن کر کچھ ایسے ہی الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں۔'' بالے نے کہا۔

''سر پیٹرک انکل کے بہت پرانے اور گہرے دوستوں میں سے ہیں اور ان کی

شخصیت کا احترام نہ صرف انکل بلکہ ان کے سب ملنے والے بھی کرتے ہیں۔''

''لیکن سر پیٹرک نے تو اس واقعے سے پہلے مجھے صرف آپ کے نام کا یہ کارڈ دیا تھا۔'' بالے نے جیب سے سر پیٹرک کا دیا ہوا کارڈ نکال کر ایملی کو دکھایا۔ وہ کارڈ دیکھتے ہی چونک پڑی۔

''تت...تو کیا واقعی وہ...؟'' آواز اس کے حلق میں اٹکنے لگی۔

''جی ہاں، حالانکہ میں خود ان کی حفاظت پر مامور تھا، لیکن ان کی موت عجیب حالات میں ہوئی ہے۔'' یہ کہہ کر بالے نے سارا واقعہ اسے سنا دیا اور وہ گم سم سی رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اس خبر سے قلبی صدمہ پہنچا ہو۔

''انھیں پہلے ہی خوف تھا کہ کچھ ایسا ہوگا۔'' وہ کھوئے ہوئے انداز میں بڑبڑائی۔

''کیا انھوں نے پہلے بھی کبھی اس کا تذکرہ کیا تھا؟'' بالے نے سوال کیا۔

''جی، مگر ٹھہریے، میں کیسے یقین کرلوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ صحیح ہے اور یہ کہ آپ ان کے دشمنوں میں سے نہیں ہیں؟'' وہ اچانک پوچھ بیٹھی۔

''میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی تصدیق تو آج شام کے اخبارات سے بھی ہو جائے گی۔ رہا میرا معاملہ تو یہ دوسرا کارڈ حاضر ہے۔'' بالے نے یہ کہہ کر اپنا سرکاری شناختی کارڈ اسے دکھایا۔ وہ اسے دیکھنے کے بعد تصویر سے بالے کی شکل کو ملانے لگی۔ پھر اس نے مطمئن ہو کر وہ کارڈ بالے کو لوٹا دیا۔

''ان کے کچھ کاغذات ہیں جو ایسی جگہ محفوظ ہیں جس کا علم صرف مجھے ہے یا انکل کو، کیونکہ سر پیٹرک ہم پر بالکل اپنوں کی طرح بھروسا کرتے تھے۔''

''اور وہ کاغذات ہی شاید ان کی موت کا سبب بنے ہیں۔'' بالے نے کہا۔

''یقیناً، لیکن میں نہیں سمجھتی تھی کہ وہ اتنے اہم ہوں گے۔ سر پیٹرک نے ایک بار صرف اتنا تذکرہ کیا تھا کہ کوئی نامعلوم شخص ان کاغذات کیلیے ان کے پیچھے پڑا ہے، لیکن اس

سے زیادہ انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔اور شاید اسی دن انھوں نے وہ کاغذات دوسری جگہ محفوظ کرادیے تھے۔'' ایملی بتانے لگی۔

''آپ نے ابھی ان کے کچھ دشمنوں کا تذکرہ کیا تھا، یعنی مجھ پر شبہ کرتے ہوئے؟'' بالے نے سوال کیا۔

''میرا مطلب اسی معاملے سے تھا۔اب یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ دشمن ایک ہی ہے، یا بہت ہے۔'' ایملی نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''خیر لیکن کیا آپ اس نامعلوم دشمن کے بارے میں کوئی روشنی ڈال سکتی ہیں؟'' بالے نے کہا۔

''میں تو کہتی ہوں کہ شاید وہ خود بھی اس کی شخصیت سے واقف نہ ہوں گے، ورنہ وہ کبھی نہ کبھی اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔''

''ان کے خاص دوستوں میں کن کن لوگوں کو آپ جانتی ہیں؟''

''انکل کے علاوہ اکثر وہ کنور ہر جیت اور رائے راوت سے بھی زیادہ بے تکلف تھے۔اور مسٹر جگتاپ سے جو ریڈیو کلب کے سکریٹری ہیں، ان کی دوستی گہری تھی۔ ویسے رسمی تعلقات تو ان کے کلب کے تمام ممبروں سے تھے۔''

''تو کیا وہ بھی کلب کے ممبر تھے؟'' بالے نے پوچھا۔

''پہلے تھے، لیکن جب سے وہ اپنی مضافاتی قیام گاہ میں منتقل ہو گئے تھے، انھوں نے کلب جانا چھوڑ دیا تھا۔''

''خیر، رائے راوت اور کنور ہر جیت کو تو میں جانتا ہوں، لیکن یہ مسٹر جگتاپ کس قسم کے آدمی ہیں؟''

''شہر کے مالدار لوگوں میں سے ہیں۔ کچھ میں ان کی کافی بڑی زمینداری بھی ہے اور شاید شروع سے اس کلب کے سکریٹری وہی ہیں۔'' ایملی نے بتایا۔''لیکن آپ کو کنور

ہر جیت اور رائے راوت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟'' ایملی خود اسی سے سوال کر بیٹھی۔

''اوہ، کچھ خاص نہیں، کیونکہ ان لوگوں کا شمار شہر کی با اثر اور مشہور شخصیتوں میں ہے، اس لیے ان کے بارے میں جاننا ہمارے لیے کوئی معنی خیز پہلو نہیں رکھتا۔ کنور ہر جیت ریس کے پرانے کھلاڑی ہیں اور ایک چھوٹی اسٹیٹ کے معزول شدہ راج کمار کی حیثیت سے معزز اور دولتمند بھی ہیں اور رائے راوت ایک ادھیڑ عمر کا عیاش رئیس ہے جس کی موٹروں کی درآمد کی ایجنسی ہے۔'' بالے نے بتایا۔

''ٹھیک ہے، میں بھی اس سے زیادہ نہیں جانتی ان لوگوں کے بارے میں۔ ویسے رائے راوت کیلیے میرا خیال تو یہی ہے کہ وہ ایک شریف اور خوش اخلاق آدمی ہیں۔'' ایملی نے بلا جھجک اظہار خیال کیا۔

''خیر، آمدم بر سرِ مطلب۔ اب وہ کاغذات میرے حوالے کر دیجیے۔'' بالے نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے دیکھا کہ ایملی کے چہرے پر ذہنی کشمکش کے آثار نمایاں ہو گئے۔

''لل... لیکن صرف یہ کارڈ دیکھ کر میں کیسے سمجھ لوں کہ وہ کاغذات آپ کو ہی دیے جانے چاہئیں۔'' ایملی نے بالآخر اپنے خیال کا اظہار کر ہی دیا۔

''دیکھیے ہم لوگ خائن نہیں، قانون کے محافظ ہیں۔ آپ غلط طریقے سے سوچ رہی ہیں۔'' بالے نے اس جملے کا ناخوشگوار اثر لیتے ہوئے کہا۔

''معاف کیجیے گا، میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔'' ایملی نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ ''میں اس کیلیے آپ سے صرف اتنی مہلت چاہتی ہوں کہ رنگون سے کیبل پر انکل سے اس کی اجازت حاصل کر لوں، کیا مجھے تھوڑی سی مہلت بھی نہیں دے سکتے؟'' ایملی کے لہجے میں سچائی بھی تھی اور التجا بھی۔ بالے سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اسے بھی تو خان کو جواب دینا تھا۔

''کیا آپ میری نیت پر شبہ کر رہے ہیں؟'' ایملی اسے خاموش دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

Akram Allahabadi

''اوہ نہیں، لیکن... اچھا خیر فون تو ہے آپ کے یہاں؟'' بالے نے پوچھا۔

''جی ہاں، دوسرے کمرے میں ہے، آپ استعمال کر سکتے ہیں، تب تک میں چائے وغیرہ کا انتظام کروں۔''

''اس کی ضرورت نہیں، میں چائے کا عادی نہیں ہوں۔''

''لیکن میں اتنی بد اخلاق بھی نہیں کہ آپ کو یونہی چلا جانے دوں۔'' ایملی نے اصرار کیا اور بالے کا انتظار کیے بغیر چلی گئی۔

دوسرے کمرے میں فون موجود تھا۔ بالے نے خان کے نمبر ملائے۔ اتفاق سے اس وقت خان آفس میں ہی موجود تھا۔ بالے نے تمام گفتگو سے اسے آگاہ کر دیا۔

''کوئی حرج بھی نہیں، جیسا وہ کہتی ہے، ویسا ہی کرو، لیکن تم اس وقت تک اس کی کڑی نگرانی کرو گے۔'' خان کا جواب اسے ملا۔

''کمال ہے، یہ دہری پالیسی کیوں؟'' بالے نے سوال کیا۔

''نگرانی کا ایک مقصد حفاظت کرنا بھی ہوا کرتا ہے۔''

''اور جو مجھے خود اپنی حفاظت کرنی پڑ گئی تو؟''

''کیا مطلب؟'' خان نے پوچھا۔

''وہ خطرناک حد تک خوبصورت ہے۔''

''اور تم خطرناک حد تک گدھے ہو۔''

''یوں بھی اگر وہ خطرناک ٹکرا گئے تو؟''

''سر پر ایک بال سلامت نہ رہے گا۔''

''آپ کسی ہیئر کٹنگ سیلون سے بول رہے ہیں؟''

''شٹ اپ۔''

''میرا مطلب تھا بالوں کا خیال تو وہیں بیٹھ کر آ سکتا ہے۔''

Akram Allahabadi

''باتیں نہ بناؤ، یہ کیس کافی الجھا ہوا ہے، کام کرو کام۔''

''کیا اس نگرانی میں بھی کوئی کام کرنا پڑے گا؟''

''اب تم انگوٹھا چوسنے بیٹھ گئے تو میں تمہیں کسی یتیم خانے بھیج دوں گا۔''

''ارے بھیج دیجیے گا، وہاں کا مہتمم فرعون تو نہ ہوگا۔''

''بکے جاؤ، سور۔'' خان نے یہ کہہ کر فون کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا اور بالے نے ٹھنڈی سانس کھینچ کر رسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

وہ واپس اپنی نشست پر آیا ہی تھا کہ ایملی بھی آ پہنچی۔ اس کے پیچھے اس کی آیا تھی، جو ہاتھوں پر چائے کی ٹرے سنبھالے ہوئے تھی۔ آیا تو ٹرے رکھ کر چلی گئی اور ایملی اس کیلیے خود چائے بنانے لگی۔

''بہتر ہے، آپ کیبل سے اپنے انکل سے اجازت طلب کر کے کل تک مجھے وہ کاغذات دے دیں، لیکن اپنا خیال رکھیے گا، ممکن ہے سرپیٹرک کے دشمنوں کی نظر آپ تک پہنچ جائے۔'' بالے نے چائے کی پیالی ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

''میں خیال رکھوں گی۔'' ایملی نے مختصراً کہا۔ ''لیکن انھیں کیسے علم ہو سکتا ہے کہ سرپیٹرک کی کوئی امانت ہمارے پاس ہے؟'' وہ بولی۔

''آپ بہت بھولی ہیں، مس ایملی۔'' بالے مسکرا دیا اور نہ جانے اس اظہارِ خیال پر وہ کچھ شرما سی گئی، حالانکہ یہ اس کی مغربی نشائیت کے خلاف تھا۔ ''جو مجرم سرپیٹرک کو کہیں دور سے بیٹھ کر اس طرح ختم کر سکتے ہیں، وہ اس چیز کیلیے کیا کچھ نہ کر گزریں گے۔'' وہ بولا۔

''اب میں اتنی ڈرپوک نہیں ہوں کہ ان کے خوف سے کہیں چوہے کا بل ڈھونڈنے لگوں۔'' ایملی مسکرائی اور اس کی اس مسکراہٹ میں تصنع کو کوئی دخل نہ تھا، جیسے واقعی وہ کسی قسم کے خوف کو قبول کرنے کو تیار نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سر پیٹرک کی پرائیوٹ لیبارٹری کا تمام سامان ٹوٹا پھوٹا پڑا تھا۔الماریاں کھلی تھیں اور فرش کو کئی جگہ سے ادھیڑ ڈالا گیا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک سے زائد آدمیوں نے کسی چیز کی تلاش میں ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر ڈالا ہو۔یہی حال ان کی خواب گاہ کا تھا۔ان کی نشست کا آتشدان والا کمرہ تو پہلے اس دھماکے سے اڑ چکا تھا،لیکن ایسا لگتا تھا جیسے اس کے ملبے کو بھی کسی نے ادھر سے ادھر ہٹایا ہو۔ان کا ڈرائنگ روم،ان کی لائبریری،غرض کہ ہر کمرے میں بے ترتیبی نظر آ رہی تھی۔خان ان تمام کمروں کا بغور معائنہ کرنے کے بعد باہر نکل کر آم کے ایک درخت کی گھنیری چھاؤں میں کرسی ڈال کر بیٹھ گیا تھا۔اس کے سامنے رؤف اور محکمۂ خفیہ کے دو اور آدمی سر جھکائے ادب سے کھڑے تھے۔ان کی کار پیچھے احاطے میں موجود تھی۔

''لیکن تم لوگوں کے موجود ہوتے ہوئے یہ سب کچھ ہو گیا،کیا یہ اچھی بات ہے؟''

وہ نا خوشگوار موڈ میں ان سے مخاطب تھا۔

''صاحب،یقین مانیے،دانستہ ہم سے کوئی غفلت سرزد نہیں ہوئی۔''

''تو پھر ان لوگوں نے اتنے اطمینان سے سارے گھر کی تلاشی لے ڈالی۔''

''ہم لوگ علیٰحدہ علیٰحدہ نگرانی کر رہے تھے۔''رؤف نے بتایا۔''بس اچانک ہم پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ بڑی کوشش کے باوجود ہم اپنے کو نہ روک سکے۔''وہ بولا۔

''تینوں کا ایک ہی بیان ہے۔''خان بڑبڑایا۔''کوئی چیز یہاں کی کھائی تھی تم نے؟''

''قطعی نہیں۔''رؤف نے سر ہلایا۔

''نیند آنے سے پہلے کیا محسوس کیا تھا تم نے؟''

''سستی سی محسوس ہو رہی تھی،اس لیے میں بیٹھنے کی بجائے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔میں نے اس وقت ان لوگوں کو بھی بیٹھے ہوئے پایا اور انھوں نے بھی بتایا کہ انھیں بڑی تھکن سی محسوس

ہورہی ہے، لیکن میری ہدایت پر یہ بھی گشت کرنے لگے۔'' رؤف بولا۔

''حالانکہ اس طرح تم لوگوں کے سائے حرکت کرتے دیکھے گئے ہوں گے، قدموں کی آہٹ بھی سنی جاسکتی ہوگی۔'' خان نے کہا۔

''ہمارے بیروں میں کریپ کے جوتے ہیں، سر، اس کے علاوہ اس بارے میں ہم میں سے ہر ایک محتاط تھا۔ میں انھیں پہلے ہی ہدایت کر چکا تھا۔''

''صاحب، مجھے رات کی رانی جیسی بڑی تیز خوشبو آرہی تھی۔'' دوسرے آدمیوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''رات کی رانی؟''

''جی ہاں، ایسی خوشبو تو ہمیں بھی آرہی تھی، لیکن...''

''حالانکہ مجھے رات کی رانی کا ایک بھی درخت یہاں نظر نہیں آرہا۔'' خان چونک کر بولا۔

''جاؤ، پیچھے کی طرف دیکھو، کیا اس کا کوئی درخت ہے یہاں؟'' خان نے انھیں ہدایت کی اور وہ فوراً منتشر ہو گئے، مگر جب وہ پانچ منٹ بعد لوٹے تو ان کے چہرے سوالیہ نشان بنے ہوئے تھے۔

''کوئی درخت نہیں ہے نا؟'' خان نے پوچھا۔

''جی نہیں، ایک بھی نہیں۔'' رؤف نے سر جھکا کر کہا۔

''خوب، اور یہ خوشبو اگر تیز ہو تو نیند ضرور لاتی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''اور سر پیٹرک کے اس بہرے سکریٹری کے علاوہ یہاں کوئی آیا بھی نہ تھا؟'' خان نے رؤف کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جی نہیں، لیکن وہ تو شام کو ہی لوٹ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اسے یہاں سے اپنا سامان لینا ہے اور ہم نے آپ کے حکم کے بغیر اسے اندر داخل ہونے سے بھی روک دیا تھا۔

Akram Allahabadi

چنانچہ وہ آپ سے اجازت نامہ لے کر آنے کا وعدہ کر کے واپس چلا گیا۔'' رؤف نے بتایا۔

''ہُم۔'' خان کچھ سوچنے لگا۔

''لیکن، صاحب،...'' رؤف نے کچھ کہنا چاہا۔

''کیا؟'' خان اسے استفسار کی نظروں سے دیکھنے لگا۔

''اس سکریٹری کو تو گرفتار کر لیا گیا تھا؟'' رؤف نے کہا۔

''ہاں، مگر اس کے خلاف کوئی تعلق ثابت نہیں کیا جا سکا۔ وہ اس دن واقعے سے پہلے ہی شہر جا چکا تھا اور جس دوست کی شادی میں اس نے شرکت کی تھی، اس کی تصدیق بھی ہو چکی ہے، اس لیے اسے چھوڑ دیا گیا۔'' خان نے بتایا۔

''تو اور تو کوئی جانور بھی اس طرف نہیں آیا، صاحب۔'' رؤف نے کہا۔

''خیر، لیکن اس تلاشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ ڈھونڈ نے رہے تھے وہ انھیں مل نہیں سکا ہے، ورنہ ایک ایک کمرہ، ایک ایک سامان الٹ پلٹ نہ کرتے۔'' خان ان کی طرف دیکھے بغیر کہتا گیا۔

''ہمارے لیے کیا حکم ہے اب؟'' رؤف نے پوچھا۔

''اب تم لوگ واپس جا سکتے ہو۔'' خان اٹھتے ہوئے بولا۔ ''یہاں باوردی پولیس کا ایک سپاہی سردست تعینات رہے گا، بس۔''

''لیکن، سر، وہ فٹ پرنٹس؟'' ایک آدمی نے جرأت کر کے کہا۔

''لاحاصل۔ وہ سب فلیٹ سول والے جوتوں کے اور یکساں ہیں، اس لیے ان سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ کمبختوں نے ہاتھوں میں بھی دستانے استعمال کیے ہیں۔ کافی ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔'' خان نے یہ کہتے ہوئے سر ہلایا اور اپنی کار میں جا بیٹھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ان لوگوں کو یہاں سے پیدل جانا پڑے گا، کیونکہ اس جگہ تک نہ کوئی کار آتی ہے نہ بس وغیرہ۔ وہ اپنی گاڑی بھی کچے راستوں سے لے آیا تھا۔ چنانچہ اس نے انھیں کار کی پچھلی

Akram Allahabadi

سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے آفیسر کے اس حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئے۔

☆☆☆

Akram Allahabadi

# جبریہ عنایت

"چلو، ڈیئر، تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

"کاں چلو؟"

"آج ریڈیو کلب میں دعوت ہے۔"

"ہو گی تمہاری، میں کائے کو چلوں بھلا، ہوش۔"

"ابے تو میں تو لے چل رہا ہوں نا ساتھ۔"

"میاں خاں، تم خدا بے بلکہ تجے، یہ کوئی طریقہ ہے بات مات کرنے کا۔"

"میں تو ہزار بار اے بولوں گا، تم سے جو بنے کرلو۔"

"ارے واہ، یانی یہ بھی زبرجستی ہئیں، یانی کہ زبردستی ہے کوئی۔" شوکت نے منہ پھلا لیا۔

"دوستوں کو پیار میں اسی طرح مخاطب کیا جاتا ہے، جانِ من۔" بالے نے اسے اور گرم کر دیا۔

"جانِ من تم خد، میاں خاں، بلکہ جامن اور پیار میار کی ایسی تیسی۔ میں کوئی لونڈیا ہوں کیا، یانی صفتِ نازک... لاحول ولاقوہ..."

"ہائے، رہے نا گدھے کے گدھے۔"

"کون؟ میاں زبان سنبھالو ذرا اپنی، میں بھی موازِز آدمی ہوں، تو ہین ہتک بے عزتی کا دعوا کر دوں گا، ہاں۔"

"اچھا، اب چلنا ہے کہ نخرے کرنے ہیں یونہی؟"

"مگر کائے کو، کون سے وہاں لڈو بٹ رہے ہیں؟"

Akram Allahabadi

''ہائے بدنصیب، تم نے ریڈیو کلب دیکھا ہی کہاں ہے ابھی۔''

''دیکھنا میکھنا کائے کا، ریڈیو بجتے ہوں گے وہاں اور کیا دھرا ہوگا؟''

''بیٹے، وہاں حسین چوکھٹے دیکھ کر دل کی دھڑکنیں بینجو بجانے لگتی ہیں۔''

''اور کوئی بات کرو، خاں، حسین چوکھٹوں سے توبہ کر چکا ہوں میں۔''

''تو اللہ کا دیا لیا سب پبلک کے نام وقف کر کے اس سال حج کر چلے جاؤ۔'' بالے نے مشورہ دیا۔

''اے لو، یانی توبہ کرنے کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ دنیا داری چھوڑ دی۔''

''اچھا تو تم صرف دور سے دیکھنا، دلچسپی مت لینا۔ دیکھنا کوئی گناہ تھوڑی ہے۔''

''یانی کیا مطلب؟''

''ارے وہ جو ایک شیر کہا ہے نا کسی شائر نے۔'' بالے نے اسی کی زبان میں جواب دیا۔ ''یانی۔ آنکھوں والا تیری قدرت کا تماشا دیکھے، اور دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔''

''ہوشت، یہ کسی شائر نے تھوڑی کہا ہے، مداری نے کہا ہے، مداری نے، میں نے خُد سنا ہے۔''

''اچھا، خیر تو پھر تیار ہو جاؤ۔''

''ایک شرط پر۔''

''کیا؟''

''اگر مجھے وہاں کسی سے عشق ہو جائے تو مجھے پانچ جوتے مارنا۔''

''چلو منظور۔''

''میں تیار ہو کے آتا ہوں۔ ابے شموا، او شموا۔'' بالے سے بات کرتے کرتے اس نے اپنے نوکر کو پکارا۔

Akram Allahabadi

''آیا،میاں۔''شمو کی آواز دوسرے کمرے سے آئی اور پھر وہ دوڑتا ہوا آ پہنچا۔

''ابے چائے مائے نئیں لایا بالے بھائی کیلیے، یونہی سوکھا ٹر خائے گا کیا؟''شوکت نے کہا۔

''میاں، آپ نے ہی تو کہا تھا کہ بالے صاحب سے آپ کی لڑائی ہے۔''شمو معصوم صورت بنا کر بولا۔بالے مسکرا دیا۔

''چپ بے چڑیا کے، بھوت عقلمند مت بن، جا جلدی چائے مائے لاؤ۔ میں کپڑے بدل رہا ہوں جب تک۔''شوکت یہ کہتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

''دیکھ لیا میاں آپ نے، ان کا تو وئی حساب ہے یانی چت بھی میری پٹ بھی میری۔''شمو بالے کی طرف دیکھ کر بولا۔

''وہ اوپر سے ٹیڑھا ہے اندر سے اتنا ہی موم ہے۔ایسا باس تو تمہیں دس جنم میں بھی نہ ملے گا۔''

''وہ تو میں مانتا ہوں، میاں، نوکروں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے ہیں۔''شمو نے اقرار کیا اور پھر چائے لانے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

شوکت کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ریڈیو کلب میں ایک بھی ریڈیو نہ تھا، حالانکہ وہ یہ سوچ کر آیا تھا کہ یہاں ہر نمونے کے ریڈیو رکھے ہوں گے اور بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہوں گے، لیکن یہاں تو اسے آدمی ہی آدمی نظر آئے۔خوبصورت عورتیں بدصورت مرد، خوبصورت مرد بدصورت عورتیں۔ کچھ جوڑے ایسے بھی تھے جو یا تو بدصورت ہی تھے یا خوبصورت۔اور بہت سی لڑکیاں ایسی تھیں جنہوں نے مغربی طرز کے نیم عریاں لباس پہن رکھے تھے اور ان کا شباب ہر پہلو سے دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔اور اس کے باوجود وہ ہندوستانی

تھیں، کیونکہ وہ یہیں پیدا ہوئی تھیں۔ان کے ماں باپ، ان کے آباء واجداد، پشت در پشت ہندوستانی تھے۔البتہ ریڈیو کلب ہندوستانی نہ تھا، کیونکہ اس میں ہر چیز مغربی نظر آتی تھی۔کلب میں کافی تعداد غیر ملکیوں کی بھی تھی، جن میں انگریز، امریکن، آئرش، افریقین، فرانسیسی، ہر قسم کے لوگ تھے جو یا تو یہاں اپنے ملکوں کے سفارت خانوں سے متعلق تھے یا کاروباری نمائندگی کرنے والے اداروں اور پرائیوٹ فرموں سے۔

''الٰہی توبہ استغفار۔''شوکت بڑبڑانے لگا۔

''کیوں؟ اب کیا وحشت سوار ہوئی؟''بالے نے پوچھا۔

''اب کسی کا ایمان سالا ئیں ڈگمگائے گا یہ ننگی ننگی ٹانگیں دیکھ کر۔'' شوکت نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

''تو کس نے کہا ہے کہ تم ادھر دیکھو، آنکھیں بند کرلو، نہیں تو باہر کی طرف دیکھو۔'' بالے نے مشورہ دیا۔

''اے لو، یہ کوئی بات ہوئی کہ بی بلی چوہوں کی بارات گزر رہی ہے، ذرا منہ پھیر لو۔''

''تم تو یار مرنجان مرنج قسم کے آدمی ہو۔''

''کیا کہا؟''

''مرنجان مرنج۔''

''یانی کس کی جان؟''

''مرغے کی۔''بالے جھنجلا گیا۔

''لاحول ولاقوۃ۔تم یہ بے سر پیر کی باتیں مجھ سے کیوں کرنے لگے ہو؟''

''چپ چاپ یہاں بیٹھ جاؤ، یہ مہذب آدمیوں کا ہوٹل ہے۔''بالے نے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کیا۔

Akram Allahabadi

''تم بھی بیٹھو۔''

''میں ایک منٹ میں آتا ہوں، ذرا یہاں کے سکریٹری سے مل لوں۔''

''اچھا جاؤ، مگر میں خطرے میں ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''لو اب یاد کرو بچے اور مائنے، اب اتنا اشارہ بھی نہیں سمجھتے؟''

''اوہ، تو تمہیں تو بہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔''

''اور نہیں تو کیا، کون میں کوئی زاہد خشک ساز ہوں۔'' شوکت نے منہ بنا کر کہا اور بالے ہنستا ہوا چلا گیا۔ شوکت تنہا میز پر بیٹھا اپنی موٹی گردن گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میز کے نیچے سے گوری گوری ننگی پنڈلیاں دیکھ کر کئی بار اس نے لاحول پڑھی، ان درزیوں پر لعنت بھیجی جو اتنے اونچے فراک، یا سائے سیتے ہیں، مگر جلوؤں کی مریض نظر کہیں مانے والی تھی، بار بار اٹھ جاتی۔

بالے تو جلدی نہیں لوٹا لیکن شوکت ایک اجنبی لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گیا، جو اس کی طرف دیکھتی ہوئی اسی میز کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے اب سے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا تھا اسے، پھر وہ اسے اس طرح کیوں دیکھ رہی تھی۔ وہ دل آویز نقوش والی سرخ و سفید خوبصورت لڑکی تھی اور لباس سے اینگلو انڈین، یا مغربی نظر آتی تھی۔ شوکت سمجھا شاید یہ فریب نظر ہے، بھلا اتنا حسین چوکھٹا اور یہاں، لیکن وہ جیتی جاگتی متحرک ہستی تھی۔ شوکت نے گھبرا کر اپنی آنکھیں موند لیں، کیونکہ اس کی توبہ لرزنے لگی تھی۔ پھر اس احساس سے کہ وہ اب اور قریب آ گئی ہوگی اس نے آنکھیں اور زور سے بھینچ لیں اور بڑبڑانے لگا۔

''اللہ، معاف کران میں نے نہیں بلایا ہے سالی کو۔ یا اللہ، مجھ حقیر بندے کا کچھ قصور نہیں ہے، ابھی کوئی خدا گلے پڑ جائے تو انسان بچارا کیا کر سکتا ہے۔ یا نی کہ وہ ہے ہی گنا گار اور اللہ تو ماف کرنے والا اور بچانے والا۔ اب میں تو شوکت میاں خاں الو کا پٹھا ہوں،

بھول چوک ہوجائے تو ماف کرنا، آنکھیں کھولتا ہوں، بسم اللہ۔ اور آنکھیں جب کھلیں تو وہ اسی میز پر اس کے سامنے ہی بیٹھ کر مسکرا رہی تھی۔ شوکت نے جلدی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

''آپ کو میرے یہاں بیٹھنے سے کچھ تکلیف ہورہی ہے شاید؟'' لڑکی خود ہی اس سے پوچھ بیٹھی۔

''ارے نئیں، لا قسم، مگر یانی آپ نامحرم ہیں نا۔'' وہ گھبرا کر آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔ وہ اس خیال سے بے چین ہوگیا تھا کہ کہیں وہ واقعی اس نشست سے اٹھ نہ جائے۔ مگر شاید لڑکی پوری طرح اس کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھی۔

''یہ آپ آنکھیں کیوں موند رہے ہیں مجھے دیکھ کر؟'' اس نے باریک سی آواز میں پوچھا۔ وہ اس سے کچھ اس انداز سے گفتگو کررہی تھی، جیسے پہلے کی شناسائی ہو۔

''ہائے بیڑا گرق، پھنسا پھر کسی چکر میں۔'' شوکت بڑبڑایا۔

''آپ شاید میری کسی بات کا جواب دینا نہیں چاہتے؟'' وہ کچھ ناراض سی ہوکر بولی۔

''اے لو، یانی یہ مطلب تھوڑی ہے میرا، اچھا آپ سوال کیجیے۔'' شوکت جلدی سے بولا۔

''دیکھیے، اس کلب کے سب ممبر آپس میں دوست ہوتے ہیں، چاہے پہچان نئی ہو یا پرانی۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں کہنے لگی۔

''ارے تو یوں کہیے نا، میں تو سمجھا نہ جانے کائے کو آپ مجھے کچھ غلط فہمی سمجھ رئی ہیں۔'' شوکت ہنس پڑا۔

''آپ کا نام کیا ہے؟'' لڑکی نے میٹھے لہجے میں پوچھا۔

''فدوی کو خاکسار یانی شوکت میاں خاں جاگیردار فرماتے ہیں۔'' شوکت نے بہت زیادہ مہذب ہوکر پڑھے لکھوں کے انداز میں جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''آپ کب ممبر بنے اس کلب کے؟''لڑکی نے پوچھا۔

''ممبر؟ نہیں تو، میں تو آج پہلے ہی دن تشریف لایا ہوں۔''شوکت نے اور زیادہ مرمع زبان بولنے کی کوشش کی۔

''اچھا تو آپ ممبر بننے آئے ہیں؟''لڑکی نے سر ہلایا۔''مگر آپ کی ضمانت کون دے رہا ہے؟''اس نے پوچھا۔

''ضمانت؟ کیوں؟ کیا میں کوئی حوالاتی مجرم وجرم ہوں؟ کاہے کی ضمانت؟'' شوکت اکھڑ سا گیا۔

''آپ سمجھے نہیں، اس کلب کا ممبر بننے کیلیے ہر نئے ممبر کو یہاں کے ایک پرانے ممبر کی ضمانت دلانی ضروری ہے، تاکہ غلط قسم کے لگ کلب میں نہ بھر سکیں۔''

''اچھا تو یانی آپ یاں کی پرانی ممبر ہیں؟''سوکت کی سمجھ میں اب آیا۔

''جی ہاں۔''لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

''کیا میں آپ کا نامی اسمِ بلگرامی پوچھ سکتا ہوں؟''شوکت نے پھر پرسکوت الفاظ کا مظاہرہ کیا۔

''میرا نام ایملی ٹیلر ہے۔''

''دکان وکان کہاں ہے آپ کی؟''

''کیا مطلب؟''لڑکی سنجیدہ ہوئی، حالانکہ شوکت نے بھی سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

''یانی ہر ٹیلر ماسٹر کی دکان تو ہوتی ہے نا۔''شوکت نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

''اوہ..''وہ ہنس پڑی۔

''جی نہیں۔ میں ٹیلر ماسٹر نہیں ہوں، ٹیلر میرے باپ کا خاندانی نام ہے، وہ انگریز ہیں۔''

''لاَ قسم میں بھوت گدھا ہوں، ماف کیجیے گا، برا تو نہیں مانیں آپ؟''شوکت کو

اپنی حماقت کا احساس ہوگیا، مگر ایملی نے برا مانا ہی نہ تھا، وہ مسکراتی رہی۔

''میں نے قطعی برا نہیں مانا۔ میں اتنی تنگ نظر نہیں ہوں۔''

''اچھا آپ اتنی اچھی ہندوستانی کیسے بول لیتی ہیں؟''

''کیونکہ میں ہندوستان میں پیدا ہوئی ہوں۔''

''مگر یاں کے تو اینگلو انڈین بھی سالے ایسے اینٹھ کے بولتے ہیں، جیسے تازے تازے ولایت سے آئے ہوں۔''

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟'' وہ ان سنی کر کے سوال کرنے لگی۔

''کونسی بات کا؟''

''آپ مجھے دیکھ کر آنکھیں کیوں بند کر رہے تھے؟''

''میں اپنی عاقبت سے ڈر رہا تھا، کیونکہ آپ بھوت خبصورت ہیں۔''

''یعنی آپ میری خوبصورتی سے ڈر رہے تھے؟''

''نئیں نئیں، الا قسم، یہ بات نئیں۔ یانی میں تو یہ ڈر رہا تھا کہ کہیں مجھے آپ سے موجت نہ ہو جائے۔''

شوکت کے اس احمقانہ مگر سادا اور براہِ راست قسم کے جواب پر وہ مسکرادی۔

''ہمارے کلچر میں تو کسی سے محبت کرنا کوئی بُری بات نہیں، بلکہ لڑکیاں ایسے مردوں کی قدر کرتی ہیں جو ان کو پسند کرتے ہیں۔''

''ہائے، یئی تو موت ہے اپنی۔ اپن نے تو جہاں اوکھلی میں سر ڈالا، موسل ہی موسل پڑے۔''

''میں سمجھی نہیں؟''

''اپنی زبان میں ایک ضرب مثال ہے۔ خیر چھوڑیے۔ تو کیا ضمانت بغیر یہاں کوئی ممبر نہیں بنتا؟''

Akram Allahabadi

''یہ یہاں کا اصول ہے۔''

''مگر میرا تو یہاں کوئی دوست موست نہیں ہے۔ میں تو یونہی ٹکٹ لے کے آ بیٹھا ہوں۔''

''یوں تو کبھی کبھی ایک دوست یا مہمان کو ساتھ لانے کی اجازت ہر ممبر کو ہوتی ہے، لیکن وہ بات کہاں جو خود ممبر بننے میں ہے۔''

''مگر میری ضمانت کون دے گا؟''

''میں لے سکتی ہوں۔''

''آپ...؟ یا نی آپ کو بھروسہ ہے مجھ پر؟''

''مجھے تو آپ شریف آدمی ہی معلوم ہوتے ہیں۔''

''شوکریا شوکریا، لیکن آپ ناراض تو نہیں ہوں گی اگر مجھے آپ سے موجت ووجت بھی ہو گئی تو؟''

''میں اس کا جواب دے چکی ہوں۔''

''تو چلیے، میں آپ کیلیے ابھی ممبر بننے کو تیار ہوں۔''

''مگر یہاں آپ کا کوئی ساتھی بھی تو تھا؟''

''ارے گولی ماریے اسے، وہ تو یونہی سلام علیکم بول کے پیچھے لگ گیا تھا۔''

اسی وقت بیرا ٹرے لے آیا، جس میں ٹھنڈی کافی، گرم کافی، سینڈوچ، آئسکریم، چائے، ساری چیزیں موجود تھیں اور جس کو جو چیز پسند ہوتی وہ ٹرے میں سے اٹھا لیتا۔

''ابھی رہنے دیجیے، بعد میں اطمینان سے پیجیے گا۔'' لڑکی خود ہی بول اٹھی۔

''اچھا، میاں بیرے، پھر لانا۔'' یہ کہہ کر شوکت بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اس کی رہنمائی کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# نیا ممبر

وہ کلب کے سکریٹری کے آفس پر پہنچ کر رک گئی۔ دروازے پر تختی لگی تھی، سی سی جگتاپ، اس نے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک لمحے کے بعد اندر سے آواز آئی۔

''کم ان پلیز۔''

''وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر انھیں ایک بڑی میز کے کنارے ریوالونگ چیئر پر ایک تندرست سا ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا نظر آیا، جس کی کنپٹیوں کے بال سفید تھے، لیکن چہرے کے نقوش بتاتے تھے کہ وہ مہذب ہوتے ہوئے بھی درشت قسم کا آدمی ہے۔ اس کی آنکھیں باہر کی طرف نکلی ہوئی اور سرخ سی تھیں۔ وہ کچھ عیاش قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ایملی کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہو گئی۔ وہ اس کے استقبال کیلیے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آیے آیے، مس ٹیلر۔'' وہ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا، پھر اس نے شوکت کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''آپ کی تعریف؟'' اس نے ایملی سے پوچھا۔ اور پھر اس نے کرسیاں ان کی طرف بڑھا دیں۔

''آپ کا نام مسٹر شوکت ہے، ہمارے کلب کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔'' ایملی نے بتایا۔

''اوہ، شوق سے، ویسے آپ کے مشاغل اور کیا ہیں؟'' سکریٹری نے شوکت سے دوبارہ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں مشاغلوں پے بھروسا کرتا ہی نئیں، کائے کے مشاغل پشاغل، سب سالے منہ دیکھے کے ہوتے ہیں۔'' شوکت نے نفی میں سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟'' سکریٹری نے حیران ہوکر کہا۔

''میں خدنہیں سمجھا آپ کا مطلب۔'' شوکت نے بھی صاف گوئی سے کام لیا۔

''جناب، میں نے تو آپ کی مصروفیتوں کے بارے میں دریافت کیا تھا؟'' سکریٹری نے کہا۔

''اے لو، میں تو سمجھا تھا کہ آپ وہ یانی مشورہ رائے دینے والوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔'' شوکت بے غیرتی سے ہنس پڑا۔

''اوہ، شاید آپ مشاغل سے مشاہیر اور مشاہیر سے مشورہ دینے والے سمجھ بیٹھے، حالانکہ وہ خود مشہور کی جمع ہے۔'' سکریٹری نے ہنس کر کہا۔

''دیکھیے، صاحب، جمع تفریق تو اپن جانتے نہیں اور اپن منشی عالم فاضل بھی نہیں ہیں، اب اگر آپ کو ممبر بنانا ہے تو بنایئے، ورنہ شوق ہوگا تو ہم خدٹکٹ سے آیا کریں گے۔'' شوکت نے تھوڑا سا بُرا مان کر کہا۔

''نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا، ممبری کیلیے ایسی کوئی قید نہیں، اچھا لایئے میں آپ کا فارم بھر دوں۔'' یہ کہہ کر سکریٹری نے میز کی دراز کھول کر ایک فارم نکالا اور شوکت کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' شوکت نے پوچھا۔

''ممبری کی درخواست کا...''

''اوہ، یعنی درخواست کائے کو؟ میں کوئی نوکری مانگ رہا ہوں، یا کوئی مصیبت زدہ سمجھا ہے آپ نے؟'' شوکت اکھڑ گیا۔

''اوہو، آپ غلط سمجھے۔ درخواست سے مطلب وہ نہیں، بلکہ یہ تو ایک اصولی چیز ہے۔'' سکریٹری نے سمجھایا۔

''تیل لینے گئی اصول مصول۔ یانی اپن کوئی محتاج ہیں جو درخواست ورخواست

دیں، جسے غرض ہو وہ ممبر بنائے نہیں تو نہیں بنائے۔'' شوکت نے منہ بنا کر جواب دیا۔ اور ایملی منہ دبا کر ہنسنے لگی۔

''یہ درخواست نہیں، شوکت صاحب، ممبری کا فارم ہے۔'' ایملی بول پڑی۔

''تو ایسا کائے کو نہیں کہتے، بھائی۔'' شوکت نے سر دپڑ کر کہا۔

''لایئے میں ہی بھرے دیتا ہوں۔'' سکریٹری نے وہ فارم سامنے کھینچ لیا اور فونٹین پین سنبھال کر لکھنے لگا۔

''نام؟''

''شوکت میاں خاں جاگیردار۔''

''ولدیت؟''

''اے لو، ولدیت کی فکر کائے کو؟ یہ کیا مردم شماری کا دفتر ہے؟''

''اچھا چلیے ولدیت کا خانہ خالی چھوڑے دیتا ہوں۔''

''یانی اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میرے باپ جیسے ہوئے ہی نہیں ہیں۔''

''تو آپ بتاتے بھی تو نہیں۔''

اچھا، سعادت میاں خاں جاگیردار لکھیے۔''

''وطن؟''

''ہندی ہیں اپن وطن ہے ہندوستان ہمارا۔''

''آپ تو شاعری کرنے لگے؟''

''لو آپ سے ملو، یانی اور کونسا وطن بتاؤں، کیا جاپان لکھا دوں؟''

''اچھا، ذریعہ معاش کیا ہے؟''

''اللہ کا فضل ہے۔''

''لیکن بتایئے تو؟''

Akram Allahabadi

''ٹھیکیداری بھی کرتا ہوں اور جاگیردار تو ہوں ہی خاندانی۔''

''آمدنی اندازاً کیا ہوگی، ماہانہ؟''

''یہ کائے کو بتاؤں، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔''

''لیکن جواب لکھانا ضروری ہے، کیونکہ یہاں پانچ ہزار روپے سالانہ یا پانچ سو روپے ماہانہ سے کم آمدنی والوں کو ممبر بنایا ہی نہیں جاتا۔''

''اس سے زیادہ تو میں اپنی گاڑی کے پٹرول پے خرچ کر دیتا ہوں۔'' شوکت نے کسی قدر اکڑ کر کہا۔

''تب تو پچاس ہزار سالانہ سے کم نہ ہوگی؟''

''اب کچھ بھی لکھ دیجیے۔''

''ان کی ضمانت آپ لے رہی ہیں؟'' سکریٹری نے مس ٹیلر سے پوچھا۔

''جی ہاں۔''

''تو آپ بھی دستخط کر دیجیے، یہاں فارم پر۔''

اور جب شوکت اور ایملی دستخط کر کے اٹھے تو دونوں ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ شوکت کو تو دراصل ایملی کا قرب حاصل ہونے کی خوشی تھی، لیکن ایملی کو صرف اس بات کی خوشی تھی کہ وہ کلب کیلیے ایک نیا اور تگڑا ممبر لے کر آئی۔ شوکت نے ممبری کی ابتدائی فیس ۱۰۰ روپے بھرے اور جگتاب نے ایک رجسٹر میں کچھ خانہ پُری کرنے کے بعد ایک پیتل کے پھول کا بیج اس کے کالر میں لگا دیا۔

''اب میں اس کلب کا ممبر بننے پر آپ کو مبارک دیتا ہوں۔'' وہ خیر مقدم کرنے والے انداز میں سر کو ذرا سا جھلا کر بولا۔ شوکت سے اور کوئی جواب نہ بن پڑا، وہ گھبراہٹ میں صرف شوکریا شوکریا کہہ کر رہ گیا۔

''اب آپ آیئے، میں آپ کو کلب کے دوسرے ممبروں سے ملاؤں۔'' وہ شوکت کی

رہنمائی کرتے ہوئے دروازہ کھول کر بولا۔

''چلیے چلیے، اب تو یہ کلب دوسروں کی طرح آپ کا بھی ہے۔ بلاتکلف جب چاہیں آسکتے ہیں، جہاں چاہیں گھوم سکتے ہیں۔'' ایملی نے شوکت کی جھجک مٹانے کیلیے کہا۔

سکریٹری اس بار اسے بڑے ہال میں لے جانے کے بجائے ایک چھوٹے سے دروازے سے نکال کر ایک ایسے ہال میں لایا جو کافی شاندار اور آراستہ تھا۔ جگہ جگہ صوفہ سیٹ اور کرسیاں پڑی تھیں۔ ایک طرف کتابوں کے شیلف تھے۔ بائیں سمت ایک کمرے کے دروازے پر لکھا تھا ''پنگ پانگ روم''، ایک دروازے پر لکھا تھا ''کارڈز روم''، ایک پر تختی لگی تھی ''بلیئرڈ روم''، اور ایک دروازے کی تختی پر لکھا تھا ''ریڈنگ روم۔

''ادھر کیا پنشن یافتہ لوگ جاتے ہیں؟'' شوکت نے آہستہ سے ایملی سے پوچھا۔

''نہیں تو۔'' وہ ہنس پڑی۔ ''یہ تو ان لوگوں کیلیے ہے جو تھک گئے ہوں اور یہاں کے ہنگامے سے الگ ہو کر تنہائی میں کچھ دیر آرام کرنا چاہیں۔'' ایملی نے بتایا۔

ہال میں کہیں کہیں میزوں پر، یا صوفوں پر شغلِ مے نوشی بھی ہو رہا تھا۔ لیکن وہ سب مہذب اور با حیثیت لوگ نظر آتے تھے۔ ان میں کچھ مغربی لباسوں والی ہندوستانی عورتیں بھی تھیں۔ جس کا جہاں جی چاہا لیٹا بیٹھا تھا۔ بیرے ہال میں چست و مستعد نظر آرہے تھے۔ ایک بے تکلفانہ اور آزادانہ ماحول تھا۔ ایملی اور جگتاپ کو دیکھ کر ایک ساتھ کئی آوازیں بلند ہوئی۔

''ہیلو، مس ٹیلر۔ ہیلو، سکریٹری۔''

جگتاپ نے صرف ہاتھ ہلا دیا اور ایملی نے ان کا جواب ایک مہربان مسکراہٹ سے دیا۔ شوکت کو وہ سب ہی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ تعداد میں وہ اس وقت سو (۱۰۰) کے لگ بھگ تھے۔ بعض جوان اور خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں جو ممکن ہے اپنے دوستوں، یا رشتے داروں کے ساتھ آئی ہوں، لیکن ان تمام ایملیوں میں شوکت کو ایملی ٹیلر ہی سب سے زیادہ دلکش معلوم ہوئی۔

Akram Allahabadi

''لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔'' جگتاپ نے ایک میز کے پاس رک کران سب کو مخاطب کیا اور وہ اپنی جگہوں سے اٹھ کراس کی طرف آنے لگے۔

''ہمارے کلب کے نئے ممبر مسٹر شوکت سے ملیے، جو مسز ایملی ٹیلر کے توسط سے آئے ہیں۔'' سکریٹری نے شوکت کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا۔''ہُرے فار مسٹر شوکت۔''ایک بوڑھا سا آدمی شراب کے نشے میں اپنی بوتل بلند کر کے چیخا۔

''ہُرے...''دوسرے بھی پکار اٹھے۔

انھوں نے شوکت کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

''آیے میں آپ کو یہاں کی چند بڑی شخصیتوں سے ملاؤں۔''ایملی نے شوکت کا بازو تھام کر کہا۔ایملی کی یہ بے تکلفی شوکت کو بیخود سا بنائے دے رہی تھی۔اس نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ حسن کبھی اس طرح بھی مہربان ہوا کرتا ہے۔اسے تو اپنے چاروں ہاتھ پاؤں گھی میں ہی نظر آرہے تھے اور سر..اس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

ایملی اسے بلیئرڈ روم میں لے آئی۔یہاں دو آدمی جو بھاری تن و توش کے تھے اور یکساں قسم کے گرم سوٹ پہنے ہوئے تھے بلیئرڈ کھیل رہے تھے۔انھوں نے ایک نظر ان دونوں کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کھیل میں کھو گئے۔

''انکل۔''ایملی نے خود ہی انھیں مخاطب کیا۔

''یس، ایملی ڈیئر۔''ان میں سے ایک نے پلٹ کران کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

''میں ایک نئے ممبر کو آپ لوگوں سے ملانے لائی ہوں، ذرا دیر کھیل بند کیجیے نا۔'' اس نے بچوں کی سی ضد کرنے والے انداز میں کہا۔

''اوہ...اچھا۔''یہ کہہ کر وہ آدمی سیدھا ہو گیا۔دوسرا بھی کھیل چھوڑ کراس کے قریب آ گیا اور شوکت کو نیچے سے اوپر تک دیکھنے لگا۔

Akram Allahabadi

''آپ کی تعریف؟''اس نے ایملی سے پوچھا۔

''ہمارے کلب کے نئے ممبر مسٹر شوکت۔''ایملی نے بتایا۔

''آپ کیا کھاتے ہیں؟''دوسرے نے شوکت سے براہِ راست سوال کیا۔

''جی نہیں،شوکریا۔میں کھاپی کر آیا ہوں۔''شوکت معذرت طلب انداز میں بولا۔ جس پر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے۔

''میرا مطلب تو یہ تھا کہ آپ کی تندرستی بہت اچھی ہے،اس لیے ضرور آپ کوئی خاص قسم کی خوراک کھاتے ہوں گے۔''وہ پھر سنجیدہ ہو کر شوکت سے کہنے لگا۔

''آپ کی ہابی؟''پہلے آدمی نے دوسرے کا جملہ ختم ہوتے ہی سوال کیا۔

''کائے کی بھابی،میرا کوئی بھائی ہی نئیں ہے تو بھابی کاں سے آتی،یہ تو مس ایملی ہیں۔''شوکت نے اتنی معصومیت سے کہا کہ ایملی منہ پر رومال رکھ کر گھوم گئی،ورنہ شوکت دیکھ لیتا تو اس کی کھوپڑی چٹکنے لگتی۔

''محترم،میں تو آپ کی ہابی،یانی شوق کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔مثلاً کس قسم کے کھیلوں یا تفریح سے دلچسپی ہے آپ کو؟''اس آدمی نے لہجے کو نرم اور پر اخلاق بنا کر کہا۔

''ماف کیجیے گا،میں بھوت انگریزی داں نئیں ہوں۔''شوکت نے انھیں بتایا۔

''اچھا اچھا،اور کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ہم تو سب ہندوستانی ہی ہیں،ہمارے لیے انگریزی داں ہونا کوئی فخر کی بات بھی نہیں ہے۔''دوسرے نے اس کی دلجوئی کی۔

''آپ بلیئرڈ کھیلنا تو جانتے ہوں گے؟''

''جی نئیں۔''

''گاف؟''

''کاف گاف تو سب ہی اردو والے جانتے ہیں۔''شوکت نے جلدی سے کہا۔

''خیر شکر ہے،کچھ تو جانتے ہیں آپ۔''پہلا منہ بنا کر بولا۔

''آپ پہلے مجھ سے ملیے۔'' دوسرے نے دخل دیا۔''میرا نام راوت ہے۔ انگریزوں نے مجھے رائے بہادر کا خطاب دے کر رائے راوت بنا دیا تھا۔بہر حال آپ جس طرح چاہیں مجھے پکار سکتے ہیں۔''اس نے اپنا تعارف کرایا۔

''اور مجھے کنور ہر جیت سنگھ کہتے ہیں۔میں ایک چھوٹی سی ریاست کا کنور تھا۔ابھی تو حکومت نے ریاست چھین کر مجھے پنشن دے دی ہے۔'' پہلے نے اپنا تعارف کرایا۔

''بھوت بھوت خشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کے۔''شوکت نے مصافحے کیلیے ہاتھ بڑھا کر باری باری دونوں سے ہاتھ ملایا۔

''اب تو ملاقات ہوتی ہی رہے گی آپ سے۔ہم تو اکثر یہاں آتے ہی رہتے ہیں۔'' کنور نے اس سے کہا۔

''جیاں جیاں، کائے کو نہیں۔میں خدا کسٹر آیا کروں گا۔''شوکت نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا،اب اجازت ہوتو ہم لوگ اپنا کھیل جاری کریں،ایملی ؟ ہمارے نئے ساتھی کو پوری طرح کلب دکھاؤ۔'' رائے راوت نے یہ کہتے ہوئے مسکرا کر ایملی کو آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ بھی مسکرا دی۔وہ شوکت کو ساتھ لے کر باہر نکل آئی۔

''کیا خیال ہے؟''شوکت کے جانے کے بعد رائے راوت نے مسکراتے ہوئے کنور سے پوچھا۔

''پورا گدھا معلوم ہوتا ہے۔'' کنور ہر جیت بال پر اسٹروک مارتے ہوئے بولا اور پھر دونوں کے قہقہے کمرے میں گونجنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# کبوتر

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی خان نے رسیور اٹھالیا۔

''ہیلو، ہاں خان اسپیکنگ۔'' وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔

''سر، وہ سر پیٹرک کا بہرا سکریٹری آج ریڈیو کلب گیا تھا۔'' دوسری طرف سے سب انسپکٹر سانے کی آواز اسے سنائی دی۔

''پھر؟''

''تقریباً دس پندرہ منٹ بعد واپس لوٹ آیا۔''

''اور کوئی خاص بات؟''

''اس پر پوری نگرانی ہو رہی ہے، لیکن ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ زیادہ تر اپنے گھر پر ہی رہتا ہے۔ کبھی کبھی بازار بھی جاتا ہے، لیکن شاپنگ کیلیے۔''

''نگرانی جاری رکھو، لیکن اسے یہ شبہ بھی نہ ہونے پائے کہ ہم اسے کوئی اہمیت دے رہے ہیں۔''

''بہتر ہے۔''

خان نے رسیور رکھ دیا اور غلام رسول کو آواز دی۔ وہ آواز سنتے ہی آپہنچا۔

''بالے کہاں ہے؟''

''برآمدے میں کبوتر اڑا رہے ہیں، صاحب۔'' غلام رسول نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

''کبوتر؟ یہاں کہاں سے آئے؟''

''وہی لائے ہیں کہیں سے۔''

''ہُم...'' یہ کہہ کر خان خود ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

Akram Allahabadi

وہ جب برآمدے میں آیا تو اس کی طرف بالے کی پیٹھ تھی اور وہ باہر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا، شاید وہاں ایک سفید کبوتر اڑ رہا تھا اور ایک کبوتر اس کے ہاتھ میں تھا۔

''یہ کبوتر کیوں لائے گئے ہیں یہاں؟'' خان نے پیچھے سے سوال کیا اور وہ چونک پڑا۔

''لائے نہیں گئے، تشریف لائے تھے خود۔ میں ان حضرت کو نامہ بری کی ٹریننگ دے رہا تھا۔'' بالے نے ڈھٹائی سے کہا۔

''پولیس ڈپارٹمنٹ کو ایسی حماقتوں کی ضرورت نہیں۔''

''میں تو انھیں اپنے دل کے ڈپارٹمنٹ کیلیے ٹرین کر رہا ہوں۔ آج کل محبوبہ کو بائی پوسٹ بھی چٹھی لکھی جائے تو اس کا باپ ڈاکخانے کی مہر سے لکھنے والے کی ولدیت تک معلوم کر لیتا ہے۔'' بالے بکنے لگا۔

''میں اس وقت کسی خوشگوار موڈ میں نہیں ہوں۔''

''لیکن میں اس وقت کوئی شاندار کارنامہ سرانجام دینے کے موڈ میں ہوں۔''

''اگر اس عقلمند جاگیردار کو ریڈیو کلب کا ممبر بنوا دیتا تم کوئی کارنامہ سمجھے ہو تو تمہاری کھوپڑی مرمت طلب ہو رہی ہے۔ تم اس سے وہاں کوئی کام نہیں لے سکتے۔''

''آپ میری بھی جاسوسی کراتے ہیں؟''

''میں ہمیشہ حالات سے باخبر رہتا ہوں، لیکن ٹھہرو، تم نے اسے کیوں وہاں کا ممبر بنوایا ہے؟''

''تاکہ سر پیٹرک کے ان تین دوستوں کا قریب سے مطالعہ کیا جا سکے۔''

''اور اس کیلیے تم خود تکلیف کرو گے؟''

''کوئی اعتراض ہے؟''

''میں اس کیلیے تمہیں دوسری صورت بتاؤں گا، لیکن یہ کبوتر کہاں سے لائے ہو؟''

Akram Allahabadi

''یہ ایک نامعلوم محبوبہ کا نامۂ محبت لے کر آیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ چکی کے پاٹوں کے درمیان نہ آؤ، ورنہ پس کر رہ جاؤ گے۔''

''ذرا دیکھوں میں بھی۔'' خان نے کہا اور جواب میں بالے نے کاغذ کی چھوٹی سی بتی خان کی طرف بڑھادی۔

''یہ اس کبوتر کی گردن میں پڑے ہوئے اس چھوٹے سے ایلومونیم کے خول میں رکھی ہوئی تھی۔'' بالے نے ایک چھوٹا سا تعویذ نما خول اس کی طرف بڑھادیا۔

''تو تمہیں کس طرح یقین آیا کہ کسی کی یہ نظرِ عنایت تم پر ہی ہوئی ہے؟''

''اس لیے کہ یہ کبوتر صاحب ٹھیک میری کار کے بانٹ پر نازل ہوئے تھے۔''

''تو پھر کہیں قریب سے ہی اڑایا گیا ہوگا، تم نے دیکھا تھا آس پاس؟''

''کچھ پتہ نہیں چل سکا، آس پاس دور تک سناٹا تھا۔''

''ہُم... اس کبوتر کو واپس بھی بھیجا جا سکتا ہے۔'' خان کچھ سوچ کر بولا۔

''میں کوشش تو یہی کر رہا تھا، لیکن اسے شاید مجھ سے عشق ہوگیا ہے، چکر کاٹ کر پھر واپس آجاتا ہے۔'' بالے نے بتایا۔

''خیر، اس سے بھی سمجھیں گے، رکھو اسے یہیں۔'' خان نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

سارجنٹ بالے ابھی آفس میں داخل ہوا ہی تھا کہ اسے انسپکٹر شاہ نے ٹوک دیا۔

''کب سے تمہارے نام فون آرہے ہیں، اس طرح غائب ہوتے ہو جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔'' وہ اسے دیکھتے ہی بولا۔ رؤف بھی اس وقت یہیں موجود تھا، شاید کسی کام سے آیا تھا۔

''عدم وجود کے عدم وجود کی مثال کچھ بھی نہیں، البتہ اس طرح کہہ سکتے تھے آپ کہ

جیسے رفو بھائی کے چوکھٹے سے مونچھیں۔'' بالے رؤف کی طرف دیکھ کر بولا۔

''وہ کبھی غائب نہیں ہوتیں، مرد کی مونچھیں ہیں۔'' رؤف نے مونچھ پر تاؤ دے کر کہا۔

''اور جس دن غائب ہوں گی اس دن شاید آپ کی مردی بھی۔''

''بھئی، یہ بے تکی باتیں مت کرو، تمہیں کال کرنے والے نے تیسری بار رنگ کر کے یہ نمبر دیا ہے، اس پر فوراً سے فون کرلو۔'' انسپکٹر شاہ نے ایک سلپ اس کی طرف بڑھائی۔

بالے سلپ پر ایک نظر ڈال کر وہیں فون پر بیٹھ گیا اور ڈائل گھمانے لگا۔ دوسرے لمحے کسی نے دوسری طرف سے رسیور اٹھایا۔

''میں بالے بول رہا ہوں۔'' وہ خان جیسے انداز میں آواز بھاری بنا کر بولا۔

''سر، میں نمبر ۱۱ ہوں۔ ایک پراسرار سا آدمی آج صبح سے مسٹر ٹیلر کے مکان کے چکر لگا رہا ہے۔'' اس نے رپورٹ دی۔

''کس قسم کا آدمی ہے؟''

''بظاہر کچھ پاگل سا معلوم ہوتا ہے، مگر تندرست اور چاق چوبند ہے۔''

''تم اپنا کام جاری رکھو، ویسے کچھ اور حرکت کی اس نے؟''

''ابھی تک تو نہیں، لیکن ایسا لگتا ہے جیسے وہ اس بنگلے میں گھسنے کیلیے کوئی موقع تلاش کر رہا ہوں۔'' ادھر سے جواب ملا۔

''یہ تمہاری حماقت ہے، دن کے وقت اس قسم کے ارادے کیلیے کسی نمائش کی ضرورت نہیں، کوئی بھی کسی بہانے اندر جا کر پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔'' بالے نے اسے جھاڑا۔

''تو پھر نگرانی کر رہا ہوگا، اس گھر کی۔''

''ہاں یہ ممکن ہے، بشرطیکہ اس نے تمہیں نہ دیکھا ہو، ورنہ وہ تمہاری بھی نگرانی کر سکتا ہے۔'' بالے نے کہا۔

Akram Allahabadi

''نوسر، میں محفوظ حیثیت میں ہوں۔جو خونچے والا یہاں باہر فٹ پاتھ پر روز بیٹھتا ہے، میں نے سویرے ہی اس سے خونچہ خرید لیا تھا اور اب اس کی جگہ میں بیٹھا ہوں۔'' ادھر سے جواب آیا۔

''خیر اس پر نظر رکھو، باقی ہدایات بعد میں۔''

''بہتر ہے۔''

فون کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور بالے سوچ میں پڑ گیا کہ اسے پہلے کیا کرنا چاہیے۔ریڈیو کلب میں شوکت کی ممبری کا جال اس نے پھیلایا تھا۔شوکت اب بالے سے اتنا محتاط ہوگیا تھا کہ ایسے معاملوں میں حسین چوکھٹوں کی لالچ میں بھی نہ آتا، اس لیے ایملی کی مدد سے اس نے اس کلب کا ممبر بنوا دیا تھا تا کہ اس کی وساطت سے کلب کے سکریٹری جگتاپ، رائے راوت اور کنور ہر جیت کی نگرانی ہو سکے۔اس کیلیے وہ شوکت کے ساتھ ساتھ کلب میں موجود رہنے کیلیے ایک سکریٹری بھی منتخب کر چکا تھا، لیکن وہ اسے براہِ راست شوکت کے پاس بھیجنا نہ چاہتا تھا، ورنہ شوکت بالے کا نام سنتے ہی بھڑک جاتا۔بہر حال اسے اس نے مکمل ہدایات دے دی تھیں اور وہ شاید اپنے مشن پر روانہ بھی ہو چکی تھی۔

فون رکھنے کے بعد وہ اپنے آفس میں آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔یہ کیس اس کیلیے بورنگ ہی تھا، کیونکہ خان نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ ان تینوں کے سامنے نہ آئے۔ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہی کوئی اس سلسلے کی کڑی ہو اور چوکنا ہو جائے۔اسے خان نے ایملی کی نگرانی اور اس کے قریب رہ کر اس کی حفاظت بھی کرنے کی ہدایت کی تھی، لیکن اس طرح کہ خود ایملی بھی اسے نہ پہچانے۔چنانچہ یہ سلسلہ بھی خشک اور بورنگ تھا۔

اور اس وقت بڑی شدت کے ساتھ اس کے دماغ پر بوریت سوار ہو چکی تھی۔اس نے آنکھیں موند لیں اور اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ کسی کچرے کے ڈھیر پر پڑا ہے۔پھر اس نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا تو اسے ایسا لگا جیسے وہ کسی یتیم خانے میں بیٹھا ہے اور اسٹاف

Akram Allahabadi

کے تمام لوگ اس کے سامنے اپنی یتیم صورتیں لیے اسے بور کر رہے ہیں۔

مگر تصور کی منزل یہیں ختم ہوگئی، کیونکہ انسپکٹر ڈیسوزا کار سے اترتے ہی سیدھا اسی کی طرف آیا۔

''تم یہاں بیٹھے ہوا ور خان صاحب تمہیں کہیں اور فون کر رہے تھے۔''

''قبرستان میں کر رہے ہوں گے۔'' بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔''اور میں اس زندگی سے اکتا بھی گیا ہوں، بس دوڑتے ہی رہو۔''

''تمہیں معلوم ہے کنور ہر جیت کے ساتھ بھی وہی حادثہ پیش آیا جو سر پیٹرک کے ساتھ آیا تھا۔'' ڈیسوزا نے بتایا۔

''کیا؟'' بالے حیرت سے اچھل پڑا۔''رات کو تو وہ اچھا خاصا ریڈیو کلب میں موجود تھا۔''

''ہاں، وہاں سے واپسی پر رات کو شاید گیارہ بجے۔'' ڈیسوزا نے بتایا۔

''یعنی یہ بھی وہی ریڈیائی دھماکے والا معاملہ ہوا۔''

''خان صاحب کا یہی خیال ہے، کیونکہ اس کی موت بھی ریڈیو کے سامنے ہی واقع ہوئی اور ریڈیو کی برباد شدہ کیفیت بھی یہی بتا رہی ہے۔''

''اپنی سمجھ میں یہ نئی منطق نہیں آتی، بھلا فریکوئنسی سے دھماکے کیسے ہو سکتے ہیں؟'' بالے الجھنے لگا۔

''ہاں، یہ ریڈیو کنٹرول سسٹم سے قطعی مختلف بات ہے۔ اس میں تو خود ریڈیو ہی میں دھماکا ہوتا ہے اور وہ بھی معمولی ریڈیو سیٹ میں۔'' ڈیسوزا نے کہا۔

''خان صاحب کہاں ہے؟ لیکن یہ اطلاع تو صبح ہی مل جانی چاہیے تھی؟''

''یہ واقعہ کنور کی مضافاتی قیام گاہ پر ہوا ہے، لیک برج کے پاس، اور وہاں کے پولیس اسٹیشن نے براہِ راست لاش کو کروز کے پاس پہنچوا دیا تھا۔ ہمارے محکمے کو اس کی اطلاع

دوپہر کو بلی اور خان صاحب کو کروز کا فون آیا تھا۔'' ڈیسوزا نے بتایا۔

''تو وہ اس وقت وہیں ہوں گے؟''

''میں بھی وہیں سے آرہا ہوں، وہ اب بھی اس عمارت کا معائنہ کررہے ہیں۔''

''تب تو پھر رائے راوت کی بھی باری ہے۔'' بالے بڑبڑایا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب میں پھر بتاؤں گا، پہلے مجھے اپنی کار دے دیجیے، میں رائے راوت کی قیام گاہ پر جارہا ہوں۔''

''مگر خان صاحب؟''

''یہاں ان کا فون آئے تو یہی کہہ دیجیے گا، غالباً وہ بھی مجھے یہی ہدایت کرتے۔'' بالے نے کہا اور ڈیسوزا کے ہاتھ سے کار کے سوئچ کی چابی لے کر باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# حسن کی بارش

شوکت کیلیے یہ عجیب قسم کی مصیبت تھی۔ پہلے تو وہ حسین چوکھٹوں کی آرزو کیا کرتا تھا اور وہ اسے مشکل سے نظر آتے تھے، مگر آج کل خدا جانے قسمت کہاں سے اتنی مہربان ہوگئی تھی کہ اس پر حسن کی بارش ہونے لگی تھی۔

لڑکی بہت قبول صورت اور پر شباب تھی اور اس نے 'راک ان رول گرل' قسم کا چست سوٹ پہن رکھا تھا، جو اس کے جسم سے اس طرح پیوست تھا کہ اس کے اعضاء کا تناسب صاف نظر آتا تھا۔ پنڈلیوں تک کسی ہوئی پتلون، اوپر کمر تک چست جرسی، بال ترشے ہوئے اور کانوں میں سنہرے ناپس تھے۔ وہ ماڈرن گرل کی امریکی نقل معلوم ہوتی تھی۔ وہ اسے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔ چہرے کا رنگ گندمی، مگر نقوش بڑے جاذبِ نظر تھے، اس لیے اس کی نظریں ان میں جذب ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ مگر کھوپڑی ضرور سوچ رہی تھی کہ یہ نعمت غیر مترقبہ کہاں سے نازل ہوئی ہے اور کیوں؟ وہ جب کلب جانے کیلیے شام کو گھر سے تیار ہو کر نکلا تو وہ پہلے سے اس کی کار میں ڈرائیونگ سیٹ کے پاس والی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرادی۔

''آپ؟ آپ کو کچھ غلط فہمی تو نہیں ہوگئی، یہ میری کار ہے۔'' شوکت نے بمشکل کہا۔

''تو میں کب اپنی کہہ رہی ہوں، کار تو آپ کی ہی ہے۔''

''تو پھر آپ اس کے اندر کاں سے گھس گئیں؟''

''دروازہ کھول کر۔''

''نہیں، یانی کیوں؟ یانی آپ کون ہیں؟ کیا بات ہے وغیرہ؟''

''میں آپ کی سکریٹری ہوں، میرا نام ہنساواڈکر ہے۔'' وہ بڑی بے تکلفی سے بولی۔

Akram Allahabadi

''سکریٹری؟'' شوکت نے حیرت سے کہا۔ ''کاں سے آئی سکریٹری، میں نے تو کوئی سکریٹری نئیں رکھی۔'' وہ ہڑبڑایا۔

''آپ نے نہیں رکھی، مگر آپ کو ضرورت ضرور ہے، اس لیے میں خود ہی آ گئی۔''

''آپ کو کیسے معلوم کہ مجھے ضرورت ہے؟''

''اس لیے کہ آپ اتنے بڑے آدمی ہیں۔ دوسرے آپ ریڈیو کلب کے ممبر بھی بن گئے ہیں۔ آپ کا وہاں بغیر سکریٹری کے جانا شان کے خلاف ہے۔ سب بڑے لوگ اپنی سکریٹریوں سمیت ہی وہاں آتے ہیں۔'' وہ بتانے لگی۔

''مگر آپ کو میری ممبری کا کیسے مالوم ہوا؟'' شوکت نے تجسس سے کام لیا۔

''میں وہاں موجود تھی، جب آپ کی ممبری کا اعلان ہوا تھا۔''

''مگر میں عورت سکریٹری رکھنے سے توبہ کر چکا ہوں۔''

''مگر میں آپ کی سکریٹری بننے کا تہیہ کر چکی ہوں اور جب تک آپ ہاں نہیں کہیں گے، میں آپ کی کار میں بیٹھی ہڑتال کروں گی۔''

''ارے واہ، اچھی زبردستی ہے۔'' شوکت ہنس پڑا۔

''مجھے آپ جیسا شاندار باس ہی چاہیے اور اگر آپ نے میرا دل توڑا تو میں کار سے کود کر خودکشی کر لوں گی۔''

''ارے، نئیں نئیں۔ لو، اس میں خودکشی کی کیا بات ہے۔ سکریٹری تو میں رکھنا ہی چاہتا تھا۔ چلیے اچھا ہوا آپ خود ہی آ گئیں۔'' شوکت نے گویا اسے خودکشی سے بچانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ خود اپنے اوپر بھی تھوڑا سا احسان کر لیا۔

''شکریہ، باس۔ میں نے سنا تھا کہ آپ دل کے بہت بڑے ہیں اور میں نے ویسا ہی پایا۔'' وہ اسے ممنون نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اچھا تو کل سے آپ کام شروع کر دیجیے۔''

Akram Allahabadi

''کل سے کیوں، ابھی سے۔ کتنا شاندار معلوم ہوگا جب آپ ایک سکریٹری کے ساتھ ریڈیو کلب میں داخل ہوں گے۔'' وہ اسے آسمان پر چڑھاتی ہوئی بولی۔

''ہاں ہاں، ضرور ضرور، اچھا تو آپ، سکریٹری...''

''آپ نہیں، تم۔ آپ اب میرے باس ہیں۔''

''ہوکے (ok) ہوکے (ok)۔ اچھا تم اب ڈیوٹی پر ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے کار اسٹارٹ کردی۔

☆☆☆☆☆☆

ریڈیو کلب میں آج اس کی باقاعدہ ممبری کا پہلا دن تھا، اسے ایملی اپنی منتظر ملی، لیکن وہ اس کی سکریٹری کو غور سے دیکھنے لگی۔ شوکت کچھ گھبرا سا گیا۔

''یہ... یہ میری وہ ہیں... یانی... سیکٹری... مس... مس اہنسا۔'' شوکت نے اس کا تعارف کرایا۔

''ہنسا واڈکر، پلیز۔'' لیڈی سیکٹری نے خود تصحیح کردی۔

''لیکن ایملی اس سے مل کر خوش نہیں ہوئی۔ یہ کوئی جذبۂ رقابت تو نہیں ہوسکتا تھا، کیونکہ اسے شوکت سے ایسا کوئی لگاؤ نہیں تھا، لیکن وہ اسے شبے کی نظر سے ضرور دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہی ہنسا واڈکر وہاں کے ممبروں سے بھی بے تکلف ہوگئی اور غالباً اس کی ہی وجہ سے دوسرے ممبر بھی شوکت کے زیادہ قریب آ گئے، لیکن دانستہ آج ایملی رائے راوت سے کٹی کٹی سی رہی۔ شوکت نے جب رائے راوت سے اپنی سکریٹری کا تعارف کرایا تو وہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ملا کر رہ گئے۔

کلب میں آج کنور ہرجیت کی اچانک موت سے ایک گہری اداسی چھائی ہوئی تھی اور ہر میز پر اسی واقعے پر تبصرے ہو رہے تھے۔ شوکت تو بہرصورت ایملی کی محبوبیت پر قربان

ہوا جا رہا تھا، لیکن ہنسا ہر میز کی سرگوشیوں پر کان لگائے ہوئے تھی۔ رائے راوت کی اداسی کسی سے چھپی نہ تھی۔ سب ہی جانتے تھے کہ ان کی اور کنور ہر جیت کی جوڑی تھی۔

اسی سلسلے میں سر پیٹرک کا بھی ذکر چھڑ گیا اور لوگ اور زیادہ سوچ اور بحث میں الجھ گئے۔ کیونکہ دونوں واقعات کی نوعیت یکساں تھی، لیکن کسی کو بھی ان واقعات کے سلسلے میں کسی بات کا علم نہ تھا، بس سب یہی سمجھ رہے تھے کہ اچانک ہی وہ دونوں کسی پراسرار حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے گھر فون کر دوں؟'' ہنسا نے شوکت سے اجازت طلب کی۔ وہ اس وقت ایملی کی جلوؤں میں کھویا ہوا تھا، اس لیے اجازت نہ دینے کا سوال ہی نہیں تھا، لیکن ایملی کے چہرے کے تاثرات سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اب شوکت کی حماقتوں سے بور ہو رہی ہے۔

ہنسا کو فون کرنے کیلیے سکریٹری کے آفس میں جانا پڑا۔ جگتاپ خود ہال میں موجود تھا، لیکن اس کا آفس کھلا ہوا تھا۔ اس نے کسی کے نمبر ڈائل کیے اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے پہچانی سی آواز آئی۔

''میں نے یہاں بہت سی سرگوشیاں سنی ہیں، لیکن کام کی بات ایک بھی نہیں، سوائے اس کے کہ رائے راوت بہت اداس ہیں اور ایک گنجا سا آدمی ان کے آگے پیچھے لگا ہوا ہے۔'' ہنسا نے فون پر کہا۔

''مجھے معلوم ہے، وہ سر پیٹرک کا پرانا سکریٹری ہے۔ کوشش کرو کہ وہاں اس کی موجودگی کا سبب معلوم ہو سکے۔'' اسے ادھر سے ہدایت کی گئی۔

''میں کوشش کروں گی، باس۔''

''اور جگتاپ سے ہوشیار رہو۔''

''کیا وہ بھی مشکوک...''

''صرف امکانی نقطۂ نظر ہے۔''

''او کے، باس۔'' وہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے جیسے ہی پلٹی، اسے جگتاپ دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے مسکرا دی اور ایک خفیف سی مسکراہٹ جگتاپ کے ہونٹوں پر بھی نمودار ہو کر غائب ہو گئی۔

''شوکت صاحب آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔'' وہ بولا۔

''لیکن میں تو ان کی اجازت سے فون کرنے آئی تھی۔'' ہنسا نے کہا۔

''وہ کچھ غیر حاضر قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے بھول گئے ہوں۔''

''میں دیکھتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل آئی، لیکن اتفاق سے جو شخص اس کے سامنے ٹھہرا وہ رائے راوت ہی تھا۔ اس جگہ اس وقت تنہائی تھی۔ دوسرے لوگ سب ہال میں تھے اور وہ گنجا سا آدمی رائے راوت کے پیچھے چلتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''میں جس طرح سر پیٹرک کی ایمانداری اور محنت سے خدمت کرتا تھا، اسی طرح آپ کی کروں گا، آپ مجھے ایک موقع تو دیں۔''

''لیکن میں سکریٹری وغیرہ رکھنا پسند نہیں کرتا۔ یہ تیسری بار کہہ رہا ہوں۔'' رائے راوت نے کسی قدر بلند آواز سے کہا۔

''صرف ایک بار۔ اور اگر آپ مجھے رکھ کر خوش نہ ہوئے تو کان پکڑ کر نکال دیجیے گا مجھے۔'' گنجے نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

''اچھا آپ کل مجھے میرے آفس میں ملیے۔'' رائے راوت نے نرم پڑ کر کہا۔

''شکریہ، بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میرے خاندان کو فاقہ مستی سے بچا لیا، ورنہ ہماری حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے تقریباً رو پڑنے والی شکل بنالی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، آپ کل ملیے۔'' رائے راوت نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ مطلب یہ تھا کہ وہ اب اس کا پیچھا چھوڑ دے۔

Akram Allahabadi

''اب جب آپ مجھ پر اعتماد کر کے مجھے اپنا سکریٹری مقرر کر چکے ہیں، میں آپ کو ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں، اگر آپ ادھر پچھلے لان میں چلنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔'' گنجے آدمی نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

''کوئی اتنی ہی خاص بات ہے جو یہاں نہیں کہی جا سکتی؟'' رائے راوت نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں، مجھ پر بھروسہ کیجیے، اب میں آپ کا خادم ہوں۔''

رائے راوت کچھ سوچتے ہوئے لان کی طرف ہو لیے۔ یہاں تاریکی تھی۔ ایک مدھم روشنی کا بلب چھت سے لٹک رہا تھا۔ بالعموم یہ جگہ سونی ہی رہتی تھی۔ اس مدھم روشنی میں ان کے سائے ایک جگہ ٹھہرتے نظر آئے، لیکن ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ایک تیسرا سایہ بھی کونے پر کھڑا ان کی گفتگو سن رہا ہے۔ وہ ہنسا تھی، جو بلی کی سی چال سے خفیف سی آہٹ کیے بغیر یہاں تک آئی تھی۔

''آپ کو معلوم ہے سر پیٹرک کی موت کیوں ہوئی تھی؟ آپ میری بات کا جواب صرف ہاں یا نہ میں دیتے جایئے، ورنہ آپ کو اونچی آواز میں بولنا پڑے گا، جب کہ میری دھیمی آواز آپ سن سکتے ہیں۔'' گنجا آدمی کہنے لگا۔

''مجھے نہیں معلوم۔''

''کسی نے انھیں چند بہت ضروری اور پراسرار کاغذات کیلیے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔'' وہ بتانے لگا۔

''مگر تمھیں کیسے معلوم ہوا یہ؟'' رائے راوت نے حیرت سے کہا۔ وہ اونچا بول گئے تھے۔

''میں نے سر پیٹرک کو کسی سے فون پر کاغذات کے بارے میں بات کرتے سنا تھا۔ وہ نامعلوم آدمی شاید انھیں کوئی دھمکی دے رہا تھا، کیونکہ سر پیٹرک اچانک گرم ہو گئے تھے۔''

Akram Allahabadi

گنجے نے بتایا۔

''لیکن اگر یہ سچ ہے تو میرا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟'' رائے راوت نے کہا۔

''کنور ہر جیت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی ہے، اس لیے ان کاغذات کو وہ نامعلوم آدمی شاید حاصل نہیں کر سکے ہیں اور سر پیٹرک کے بعد ان کی نظریں ان کے قریبی دوستوں پر پڑ رہی ہیں۔'' گنجے سکریٹری نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا؟''

''ان لوگوں کو شک ہوگا کہ وہ کاغذات ان کے دوستوں میں سے ہی کسی کے پاس محفوظ ہیں، اس لیے وہ باری باری انھیں دھمکیاں دے رہے ہوں گے اور ناکام رہنے کی صورت میں دوسرے کو ڈرانے کیلیے پہلے کو اپنے پراسرار طریقِ کار سے ختم کر دیتے ہوں گے۔''

''یہ تمہارے اندازے ہیں، یا کچھ صداقت ہے ان میں؟'' رائے راوت نے اس سے پوچھا۔

''میرا سو فی صدی یہی خیال ہے اور اس لیے میں مشورہ دوں گا کہ آپ پولیس سے خفیہ طور پر اپنی حفاظت کیلیے مدد لیجیے۔'' سکریٹری نے کہا۔

''لیکن جب میں ان کاغذات کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تو وہ مجھے کیوں نقصان پہنچائیں گے۔'' رائے راوت نے کہا۔

''محض شبے میں بھی ایسا ہو سکتا ہے، ویسے اگر آپ ان کاغذات کے بارے میں کچھ جانتے ہوں تو بہتر ہوگا کہ پولیس کو آگاہ کر دیں۔''

''نہیں، میں نے کبھی ان کا ذکر بھی نہیں سنا۔''

''لیکن آپ قانون کی مدد ضرور لیجیے۔''

''اچھا میں کل کسی سینیئر آفیسر سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔''

''بس یہی عرض کرنا تھا۔''

Akram Allahabadi

''تم نے اچھا کیا، مجھے ایسے ہی وفادار آدمیوں کی ضرورت رہتی ہے۔''

''میں تو آپ کا خادم ہوں۔'' پستہ قد گنجا ادب سے جھک گیا۔

اب وہ دونوں واپس پلٹ رہے تھے، ہال کی طرف۔

☆☆☆☆☆☆

''مجھے شوکت صاحب کی سکریٹری پر شک ہو رہا ہے۔'' ایملی سارجنٹ بالے سے کہہ رہی تھی۔

''شک تو کچھ مجھے بھی ہے، کہیں وہ اس پراسرار شخص کی ہی آلۂ کار نہ ہو۔'' بالے نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

''اس طرح تو آپ کا پلان بگڑ جائے گا۔''

''آپ اگر وہ کاغذات جلد سے جلد پولیس کے حوالے کر دیں تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے اور شاید کنور ہر جیت کی طرح سرپیٹرک کے دوسرے دوستوں کی جانیں بھی جانے سے بچ جائیں۔''

''میں کہہ چکی ہوں کہ یہ انکل کے جواب پر موقوف ہے، کیونکہ ان کاغذات کا صحیح ترین مقام وہی بتا سکتے ہیں۔''

''لیکن آپ تو کہتی تھیں کہ آپ کو معلوم ہے؟''

''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ کن حدود میں ہیں، لیکن ان کی صحیح صحیح نشان دہی انکل ہی کر سکیں گے، ان کا جواب آتا ہی ہوگا اب۔'' ایملی نے کہا۔

''تو بس اب کی بار رائے راوت کی باری سمجھیے اور پھر آپ کی اور آپ انکل کے جواب کا انتظار کرتی رہیے گا۔''

''لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کی حفاظت میں مجھ تک کسی کے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے۔''

Akram Allahabadi

وہ ایک ادائے محبوبانہ سے بولی اور بالے کا جی چاہا کہ کم از کم عارضی طور پر سہی، وہ اس ادا پر قربان ہو جائے، لیکن وہ صرف اسے متاثر سی نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# اغوا اور واپسی

رائے راوت کی کار اپنی ہیڈ لائٹس سے اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی ان کی کوٹھی کی طرف واپس جا رہی تھی۔ رات کے بارہ بج چکے تھے، لیکن سڑکوں پر گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔ گشتی پولیس والے ابھی نہیں نکلے تھے، ورنہ ان کی آوازیں ضرور سنائی دیتیں۔

مگر ایک جگہ اچانک انھیں بریک مار کر کار کو روکنا پڑا۔ کوئی کار سڑک کے بیچ و بیچ میں آڑی ہو گئی تھی۔ رائے راوت اس وقت اکیلے ہی تھے اور بالعموم وہ کلب سے لوٹتے وقت اکیلے ہی ہوا کرتے تھے۔ گاڑی روک کر وہ دروازہ کھول کر کار سے اترنے ہی والے تھے کہ اپنے نئے گنجے سکریٹری کی باتیں یاد آ گئیں اور وہ کار میں ہی بیٹھے ہارن بجانے لگے۔ اس کار میں شاید کوئی خرابی ہو گئی تھی، یا ممکن ہے بریک مارتے وقت سلپ ہو کر آڑی ہو گئی ہو۔ انھیں ادھر سے ایک آدمی اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا، وہ کالے سے کپڑے پہنے ہوئے تھا، وہ اس کی کار کے قریب آ کر رک گیا۔

''ہماری گاڑی کے بریک جام ہو گئے ہیں، کیا آپ کے پاس کوئی رینچ ہو گا؟'' اس نے لجاجت سے پوچھا۔ ''مجھے معلوم نہیں، شاید اسٹپنی میں ہو۔'' رائے راوت یہ کہہ کر اسٹپنی کھولنے کیلیے خود کار سے اتر آئے۔

''اب ادھر نہیں، ادھر تشریف لے چلیے۔'' اس چونکا دینے والے حکم کے ساتھ رائے راوت نے اپنی گدی میں ریوالور کی ٹھنڈی نال چبھتی محسوس کی۔ وہ سر سے پیر تک لرز گئے۔ انھیں خاموشی کے ساتھ اس دوسری کار میں جا کر بیٹھنا پڑا، کیونکہ ذرا سی حرکت بھی موت کا سبب بن سکتی تھی۔ وہ کار فوراً بعد ہی اسٹارٹ ہوئی اور سیدھی ہو کر روانہ ہو گئی۔ ریوالور والا ان کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس کا ساتھی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

Akram Allahabadi

ایک تیسرا آدمی اور تھا جو وہیں سڑک پر کھڑا رہ گیا تھا، ممکن ہے اسے رائے راوت کی کار وہاں سے ہٹانے کیلیے چھوڑا گیا ہو۔

کارے کے شیشے کسی آٹو میٹک سسٹم سے آپ سے آپ چڑھ گئے اور رائے راوت کی نظر راستہ بھی نہ دیکھ سکیں، لیکن وہ یہ اندازہ نہ کر سکے کہ کار کافی تیز دوڑ رہی ہے۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد کار رکتی ہوئی محسوس ہوئی، پھر پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے دروازہ کھول دیا۔

''تشریف لے چلیے۔'' اس نے بھاری اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

بے چوں وچرا رائے راوت نے تعمیل کی اور اس کے آگے چلنے لگے۔ یہ کوئی اجاڑ سی جگہ تھی اور انھیں سامنے ایک خانقاہ نما اونچی سی عمارت کا خاکہ تاریکی میں نظر آ رہا تھا، لیکن قریب پہنچنے پر وہ عبادت گاہ ہی نکلی۔ دور تک پھیلتے ہوئے سناٹے اور تاریکی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں آس پاس کوئی عمارت نہیں ہے اور عبادت گاہ بھی غیر آباد ہوئی، کیونکہ اس آدمی کی ٹارچ کی روشنی میں اس کی بغیر پلاستر کی دیواروں پر کائی سی جمی نظر آئی۔ اس کے اوپری حصے میں مدھم سی روشنی ہو رہی تھی، جو زیادہ دور سے دیکھنے پر کوئی ٹمٹماتا تارا ہی معلوم ہوتی۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ سیڑھیوں پر قدم رکھ کر اس آدمی نے دروازے پر دستک دی اور تیسری دستک پر اندر روشنی ہوتی نظر آئی۔ پھر کسی کے قدموں کی آہٹ اور ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

''آیے آیے۔'' اندر سے آنے والے نے کاربائڈ سے جلنے والے لیمپ کی روشنی میں رائے راوت کے چہرے پر نظر ڈال کر استقبالیہ لہجے میں کہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سب ہی انھیں پہچانتے ہوں۔

''لل... لیکن آپ لوگ مجھ سے چاہتے کیا ہیں آخر؟'' وہ ہکلا کر بولے۔ گھبراہٹ میں ان کی آواز صاف نہیں نکل رہی تھی۔

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔'' پہلے آدمی نے انھیں آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

رائے راوت کو ایک گرم آتش دان والے کمرے میں لے جایا گیا، یہاں باقاعدہ برقی لیمپ روشن تھا، لیکن اس پر چڑھے ہوئے شیڈ کی وجہ سے روشنی کی کرنیں پھیلنے نہیں پاتی تھیں۔ یہاں انھیں ایک تیسرا آدمی، جس کا رخ آتش دان کی طرف اور پشت ان کی طرف تھی، ایک آرام کرسی پر بیٹھا نظر آیا۔

''بیٹھ جایئے، رائے صاحب۔'' اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر بھاری آواز میں کہا۔

رائے راوت نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

''آپ نے باس کا حکم نہیں سنا؟'' ساتھ لانے والے نے رائے راوت کے کندھے پکڑ کر انھیں زور سے پیچھے بچھے ہوئے صوفے پر بٹھا دیا۔

''مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہی؟ آپ لوگ کون ہیں؟'' رائے راوت نے احتجاج کرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہم کون ہیں، اس سے آپ کو سروکار نہ ہونا چاہیے، اور آپ یہاں لائے اس لیے گئے ہیں کہ سرپٹرک کے کاغذات آپ سے حاصل کیے جائیں۔'' اس باس نما آدمی نے کہا۔

''کیسے کاغذات؟''

''اتنے بھولے نہ بنیے، رائے راوت۔''

''میں کسی قسم کے کاغذات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''خیر میں جبر و تشدد کے تھرڈ کلاس طریقوں میں یقین نہیں رکھتا، میرا تو صرف ایک اصول ہے اور وہ آپ کو سرپیٹرک اور کنور ہرجیت کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں۔'' وہ ان کی طرف پلٹے بغیر اپنے پائپ کی بجھی ہوئی تمباکو کو آتش دان سے سلگتی ہوئی سلائی نکال کر جلاتے ہوئے بولا۔

رائے راوت اس جملے کا مفہوم سمجھ کر چونک پڑے اور ایک بار تو ان کے تمام جسم کے روئیں کھڑے ہو گئے، مگر وہ پھر بھی احتجاج کیے بغیر نہ رہ سکے۔

Akram Allahabadi

''جس طرح تم شک میں دو دو جانیں لے چکے ہو، اسی طرح بے گناہ میری جان بھی جان لینا چاہتے ہو، اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟''

''شک؟ ہونہہ، کیا سر پیٹرک کو خود اپنے کاغذات کا علم نہ تھا؟ کیا کنور ہر جیت کو ان کے اس تجربے کا علم نہ تھا، جس کی تکمیل کیلیے خود کنور نے ان کی مالی مدد کی تھی؟ اور کیا آپ کو ان کاغذات کا علم نہیں جو سر پیٹرک نے، یا کنور ہر جیت نے اپنے کسی خاص دوست کے پاس امانت چھوڑے ہیں؟'' وہ کہتا چلا گیا اور اس کا لہجہ سخت ہوتا گیا۔

''لیکن کم از کم میں وہ دوست نہیں ہوں اور نہ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے۔'' رائے راوت نے بے چین ہو کر کہا۔

''اوہ، ایسے معاملات اتنی سیدھی سادھی باتوں سے ختم نہیں ہوا کرتے، رائے راوت صاحب، میں آپ کو صرف کل رات کے ۱۰ بجے تک کا وقت دیتا ہوں، اگر آپ نے وہ کاغذات میرے حوالے نہیں کیے تو آپ بھی ان دونوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔'' اس نے حکم آخر کا اعلان کیا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں کہ...'' رائے راوت نے کہنا چاہا، مگر اس نے بات کاٹ دی۔

''میرا ایک آدمی کہیں بھی اور کسی طرح بھی آپ کو ملے گا، لیکن اگر آپ نے پولیس کو اس واقعے کی خبر کی یا کسی سے بھی اس سلسلے میں مدد چاہی تو آپ ختم کر دیے جائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''بس اتنا ہی کافی ہے، اب آپ جا سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے اپنا ایک ہاتھ ہلایا اور اس کے آدمی اس کا اشارہ سمجھ گئے۔

''چلیے۔'' ان میں سے ایک نے رائے راوت کی کمر سے پستول دوبارہ لگا کر کہا اور رائے راوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے، مگر پھر لاحاصل سمجھ کر رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# اورت کی ذات

شوکت کی سکریٹری جب جگتاپ کو دیکھ کر مسکرائی تو شوکت کا دورانِ خون تیز ہو گیا۔ ہر چند کہ وہ ایملی کی وجہ سے اپنی سکریٹری میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا، مگر اس قسم کی حرکت بھی اس کی برداشت سے باہر تھی کہ اس سے کسی صورت وابستہ کوئی لڑکی اس طرح کسی سے بھی دلچسپی لے۔ وہ اسے گھورنے لگا، لیکن جگتاپ ہنسا کی اس حرکت کو نظر انداز نہ کر سکا۔ ویسے بھی اسے یہ لڑکی کافی پر کشش معلوم ہو رہی تھی۔ ایملی ابھی تک نہیں آئی تھی، اس لیے شوکت چاہتا تھا کہ وقتی طور پر سکریٹری سے ہی کچھ میٹھی میٹھی باتیں کرے، مگر وہ اس کے گھورنے سے کچھ اس طرح سہم کر بیٹھ گئی جیسے واقعی ڈر گئی ہو۔ جگتاپ ٹہلتا ہوا ریٹائرنگ روم کی طرف چلا گیا تھا۔ شوکت کچھ دیر تک سکریٹری کو بدگمان سی نظروں سے دیکھتا رہا، پھر اس نے خود ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ ''آپ کچھ اداس نظر آ رہے ہیں، باس؟''

''ہاں... کائے کو... تم کو کیا... یانی کیوں؟''

''نہیں، میرا مطلب تھا، شاید مس ایملی نہیں آئیں اس لیے۔''

''تیل لینے گئیں مس املی اور تم بھی۔ وہ کیا سکریٹری بھوت سگا ہے کیا تمہارا؟'' شوکت نے بگڑے ہوئے موڈ سے کہا۔

''میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب؟''

''اے لو، یانی بھوت بھولی بھالی ہیں بیچاری جیسے اونٹ کی دُم۔ تم اس کو دیکھ کے مسکرا کائے کو رہی تھیں؟''

''اوہ، وہ تو اس نے مجھے اشارے سے سلام کیا تھا۔''

''اور لو، یانی اشارے بھی ہونے لگے۔''

''اشارے سے اس لیے کیا تھا کہ آپ نہ دیکھ لیں۔''

''لاحول ولاقوۃ، یانی اتنا ماملہ بڑھ گیا۔''

''نہیں، باس، وہ تو بس یونہی، یانی آدمی ذرا دلچسپ ہیں وہ۔''

''لو، سالا دلچسپ بھی ہوگیا۔ مس ہنسا، تم سکریٹری نہیں ناگن ہو ایک دم۔ میں تمہیں آگ لگاتا ہوں، اورت کی ذات۔''

''میں سمجھی نہیں، باس؟''

''باس گیا پانی میں، یانی میں تم پر فائر کرتا ہوں۔''

''مگر آپ کے پاس پستول کہاں ہے؟''

''اوہو، فائر، یانی نوکری سے فائر، یانی کٹ آوٹ، یانی بس خلاص۔''

''کیا؟''

''نہ تم میری سکریٹری، نہ میں تمہارا باس، باس سلامالیکم والیکم۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔''اپنی تنخواہ کل میرے آفس میں آ کے لے جانا۔''شوکت نے فیصلہ کن انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''ایسا ظلم نہ کیجیے، باس۔''

''ارے، واوا، یانی ظلم کریں خود اور الزام دوسروں پے۔ تم جو اس سالے پے اپنے تیرے نظر چلا رئی تھیں۔''شوکت منہ پھلا کر بولا۔

''باس، میں بھوکی مرجاؤں گی۔''

''اللہ کرے کل مرتی ہو تو آج مرجاؤ اور شرم ہو تو ابھی گلاس میں پانی لے کر ڈوب مرو۔''

''آپ نہیں مانیں گے؟'' وہ بھی اکڑ گئی۔

''اے لو، یانی باوا کا نوکر ہوں جیسے، زبردستی مان لوں۔''

''مت مانیے، میں مسٹر جگتاپ کی نوکری کرلوں گی۔آپ سے تو وہ ہزار درجے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔'' وہ کسی قدر بلند آواز سے بولی۔اور شاید اس کی آواز جگتاپ نے بھی سن لی، وہ باہر نکل آئے۔دوسرے لوگوں نے یا تو ان کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا، یا وہ اپنے مشغلوں میں زیادہ کھوئے ہوئے تھے۔

''ارے ہاں ہاں، جاؤ کرلو، ہزار بار کرلو، بھوت بڑا لاڈ گورنر ہے گا وہ۔ میں ایسے ایسے دس کلب خرید کے دس جگتاپ نوکر رکھ سکتا ہوں۔''شوکت اور بگڑ گیا۔

''کیا بات ہے، مس ہنسا؟'' جگتاپ شوکت کی پشت کی طرف سے قریب آکر بولا۔

''میں آپ کو دیکھ کر مسکرا دی تھی، بس اتنی سی بات پر انھوں نے مجھے فائر کر دیا۔ میں نے بھی ضد میں کہہ دیا کہ میں مسٹر جگتاپ کی ہی ملازمت کرلوں گی تو اکڑ دکھا رہے ہیں کہ کر کے دیکھو۔'' ہنسا بھی غصے میں بپھر کر بولی اور ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر جگتاپ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''ارے ہاں ہاں، گھس جاؤ اپنے حمایتی کی دم میں۔''شوکت کا پارہ اور چڑھ گیا۔

''شوکت صاحب، یہ کلب آپ کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔یہاں آپ کسی قسم کی نوابی نہیں دکھا سکتے۔'' جگتاپ نے لہجے میں خوفناک پن پیدا کر کے کہا۔

''میں نے بھی ممبری کے پیسے بھر دیئے ہیں اور آپ بھی میری بے عزتی نہیں کر سکتے۔''

''یہ لیجیے آپ کی ممبری کی فیس اور تشریف لے جایئے یہاں سے۔آپ نے کلب کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔'' جگتاپ نے جیب سے پرس نکال کر ۱۰۰ روپے کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔شوکت نے غصے میں وہ نوٹ اس کے ہاتھ سے لے کر پرزے پرزے کر ڈالا۔

''ایسی تیسی ایسے کلب کی اور اس کے قانون کی۔ میں اس کلب کو خرید کر اس میں

گدھوں کا اصطبل بنوا دوں گا۔''شوکت اشتعال میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''میری شرافت یہی ہے کہ میں اپنے ملازموں سے آپ کو باہر نہیں نکلوا رہا۔آپ براہِ کرم اپنی شان سمیت باہر تشریف لے جائیں۔'' جگتاپ نے لہجے میں تہذیب برقرار رکھی۔

''دیکھ لوں گا میں بھی، کون کتنے پانی میں ہے۔'' شوکت بڑبڑاتا ہوا سیدھا دروازے سے نکل کر باہر چلا گیا۔

''آپ میرے ساتھ آیئے، مس ہنسا۔'' جگتاپ نے بڑے نرم لہجے میں ہنسا سے کہا اور خود اپنے آفس کی طرف چلنے لگا۔ ہنسا اس کے پیچھے چل پڑی۔اس نے ایک بار پلٹ کر دیکھا،شوکت دروازے کے باہر رک کر اسے دیکھتے ہوئے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

''آپ میرے ساتھ کام کریں گی، ملازم کی حیثیت سے نہیں دوست کی حیثیت سے۔''دفتر میں گھستے ہوئے جگتاپ نے اس سے کہا۔

''جس طرح آپ چاہیں۔'' وہ ایک قتل کر دینے والی ادا سے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''تو پھر ہماری دوستی کی پہلی نشانی۔'' یہ کہتے ہوئے جگتاپ نے اسے باہوں میں لے لیا،مگر وہ اکڑی ہی رہی،البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی طرح پھیلی ہوئی تھی۔

''کیا ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کیلیے کچھ وقت نہیں لے سکتے؟''اس نے سمجھوتے کے لہجے میں کہا۔

''اوہ،ہاں ہاں، ویسے اب تو آپ مجھے اپنے قریب ہی پائیں گی،دل کے قریب نہ سہی،نظروں کے قریب تو رہوں گا ہی۔''وہ اسے چھوڑتے ہوئے بولا۔

''شاید دل سے بھی قریب ہو جائیں۔''اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اور جگتاپ جذات سے بھرا ہوا چہرہ لیے کرسی پر بیٹھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

''آپ نے اچھا کیا جو میرے پاس آ گئے۔'' خان نے رائے راوت کی پوری کہانی سننے کے بعد کہا۔

''لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ میں نے بہت بڑا رسک لیا ہے۔ میری جان محفوظ نہیں ہے۔'' رائے راوت نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ اطمینان رکھیے، ویسے بھی خفیہ پولیس پہلے سے آپ کی نگرانی کر رہی ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ سر پیٹرک کے تمام قریبی دوستوں میں سے کسی نہ کسی کی باری آئے گی۔''

''یہ کس طرح سمجھ لیا آپ نے؟'' رائے راوت نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں، محض اندازے جو بہر حال بے بنیاد نہیں ہیں۔''

''لیکن میرا کیا ہوگا؟''

''آپ ریڈیو پر کون سے اسٹیشن سننا زیادہ پسند کرتے ہیں، خصوصاً رات کے وقت؟'' خان نے اس سے دریافت کیا۔ یہ غیر متوقع سوال رائے راوت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''آپ میری بات کا جواب دیجیے؟'' خان نے اصرار کیا۔

''میں رات کے وقت ۲۵ میٹر بینڈ پر وائس آف امریکہ کے علاوہ ۵۰۰ میٹر بینڈ میڈیم ویوز پر لوکل پروگرام بھی سنتا ہوں۔''

''اور کوئی خاص پروگرام؟''

''کبھی کبھی ۶۰ میٹر بینڈ پر ریڈیو گوا بھی سنتا ہوں۔''

''آپ کی اس عادت سے کون کون لوگ واقف ہیں؟''

''میں آپ کا سوال اب بھی نہیں سمجھا؟'' رائے راوت کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے۔

''میں نے عرض کیا نا کہ صرف میرے سوالات کے جواب دیتے جایئے، میں یقیناً فضول باتیں نہیں کر رہا ہوں۔'' خان نے کسی قدر جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میری وائف کو اور میرے نئے ملازم کو، لیکن شاید نئے ملازم کو ابھی اس کا علم نہ ہو، اسے میں نے دو دن قبل ہی نوکر رکھا ہے۔''

''آپ کی مراد آپ کے نئے سکریٹری سے ہے، وہ بہرا؟''

''تو کیا آپ کو اس کی بھی خبر ہے؟''

''میں کہہ چکا ہوں کہ میں سر پیٹرک کے دوستوں کے حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔''

''جی ہاں، میں اسی کا ذکر کر رہا تھا، کیونکہ سکریٹری کی حیثیت سے وہ مجھ سے زیادہ قریب رہتا ہے۔''

''آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے؟''

''اب اتفاقات تو مجھے یاد نہیں ہو سکتے، لیکن میرا خیال یہی ہے۔''

''خیر، تو علاوہ دوسرے حفاظتی انتظامات کے آپ میری دوسری ہدایت تک کسی بھی ریڈیو سیٹ کے نزدیک نہیں بیٹھیں گے۔''

''میں قطعی نہیں سمجھ سکا ہوں یہ بات۔''

''میں اندازے پر ایک احتیاطی تدبیر کر رہا ہوں، ممکن ہے یہ غلط بھی ہو، لیکن کوئی امکان چھوڑنا نہ چاہیے۔''

''تو کیا ریڈیو سے بھی کوئی خطرہ ہے؟''

''میں نے کہا نا کہ بالکل یقینی طور پر تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا، اور ہاں، یہ بھی بتا دیجیے کہ وائس آف امریکہ کے پروگرام آپ کس وقت سنتے ہیں؟''

''رات کو ساڑھے گیارہ بجے۔''

Akram Allahabadi

''بس ٹھیک ہے،اب آپ جا سکتے ہیں۔''

''لیکن...؟''رائے راوت نے کہنا چاہا۔

''میں نے کہا نا کہ آپ کی حفاظت کا انتظام ہو چکا ہے،آپ بے فکر رہیں۔''

''میرا دل نہیں مانتا۔''

''آپ یقین رکھیے کہ میں آپ سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔''خان نے اسے دوبارہ تسلی دی۔

''اچھا۔''وہ اٹھ کھڑا ہوئے۔

''اور دیکھیے،بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔''خان نے چلتے چلتے انھیں ہدایت کی۔

''بہتر ہے۔''وہ بجھے ہوئے لہجے میں بولے۔پھر اپنا ہیٹ سنبھال کر باہر نکل گئے۔

رائے راوت کے جانے کے بعد خان نے لوکل لائن فون اٹھا کر ڈیسوزا کا نمبر مانگا، وہ نیچے آفس میں موجود تھا۔

''رائے راوت نیچے اپنی کار میں بیٹھ رہے ہیں،انھیں فالو کیجیے۔''خان نے کہا۔

''او کے،سر۔''دوسری طرف سے ڈیسوزا کی آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔خان نے اس فون کو علیحدہ رکھ کر مین لائن کا فون سنبھالا اور ڈائل گھمانے لگا۔کچھ دیر گھنٹی بجنے کے بعد کسی نے ریسیور اٹھایا۔

''یس سر،میں ابراہیم بول رہا ہوں۔''

''بالے صاحب وہاں ہیں؟''

''جی ہاں،وہ اندر موجود ہیں،انھوں نے مالی کو بلا لیا ہے،اور اس کے بھتیجے بن کر اندر گئے ہیں۔''ابراہیم نے جواب دیا۔

''ان تک خبر پہنچا دو کہ رات کو ساڑھے گیارہ بجے ایملی کو ضرور چیک کریں،اور اگر

وہ کلب جائے تو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' خان نے کہا۔

''بہتر ہے۔''

''کوئی آیا گیا تھا وہاں؟''

''میں نے صرف اس گنجے کو اس سڑک سے گزرتے دیکھا تھا، وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا تھا۔ ایملی دوبار گھر سے باہر کار میں جا چکی ہے اور واپس آ گئی ہے۔''

''وہ مجھے معلوم ہے، تم آج رات بھر وہیں رہو، بس۔'' یہ کہہ کر خان نے فون رکھ دیا اور خود بھی اپنی پی کیپ سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

ایملی اپنے ڈرائنگ روم میں ہی تھی اور آتش دان کے سامنے صوفے پر بیٹھی کوئی میگزین پڑھ رہی تھی۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ خانساماں اور مالی اپنے کوارٹروں میں جا چکے تھے اور آیا برآمدے میں خراٹے لے رہی تھی۔ ہوا کچھ خنک تھی، اس لیے اس نے آتش دان روشن رکھا تھا۔ پاس ہی تپائی پر ایک ہاتھی کی شکل کا گلدان رکھا تھا جس کی اونچی اٹھی ہوئی سونڈ میں پھول لگے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی وہ اپنی کلائی کی گھڑی بھی دیکھتی جاتی تھی، لیکن اس کے چہرے پر کسی خوف و دہشت کے آثار نہ تھے۔ وہ دو ایک بار صوفے سے اٹھ کر ٹہلتی ہوئی کھڑکی تک بھی آئی اور اس نے پردہ ہٹا کر شیشے سے باہر کی طرف دیکھا، جہاں مدھم روشنی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پھر گیارہ بجتے ہی یہ باہر کی روشنی بھی غائب ہو گئی، صرف احاطے کے باہر سڑک کی سرکاری روشنی کا مدھم انعکاس نظر آتا رہا اور اس کی روشنی میں اس کے بنگلے کا دروازہ بند اور مقفل دکھائی دے رہا تھا۔

''اس نے ایک اطمینان کی سانس لی اور پھر اپنی جگہ جا بیٹھی۔ گیارہ بج چکے تھے، اس نے پھر ایک بار کلائی کی گھڑی دیکھی اور اس کا دوسرا ہاتھ اس گل دان نما ہاتھی کے پیٹ پر چلا

گیا، جہاں نیچے کی سمت ایک گھنڈی سی بنی ہوئی تھی، جس کی ساخت کا ہی ایک حصہ معلوم ہوتی تھی، مگر جب اس نے اسے انگلی سے دبایا تو اس کا پیٹ کھلا اور اندر ایک چھوٹی سی وائرلیس مشین نظر آنے لگی، جس میں ایک چھوٹا سا بٹن لگا تھا۔ اس نے اسے آن کر دیا اور خفیف سی گونج مشین میں پیدا ہوگئی۔ اس نے پھر میگزین اٹھالیا اور اسے دیکھنے لگی۔ شاید اسے کسی بات کا انتظار تھا، ویسے وہ کافی چوکنی نظر آرہی تھی۔ ایک بار جب باہر احاطے میں کسی خفیف سی سرسراہٹ کی آواز اسے سنائی دی تو وہ چونک کر کھڑکی تک گئی تھی، لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا، ممکن ہے چوہے یا کچھ اور رہے ہوں۔

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجنے میں دو منٹ جب باقی رہ گئے، اس وقت اچانک اس ٹرانسمیٹر کی گونج تیز ہوئی اور پھر اس میں سے باریک سی آواز آنے لگی جو بتدریج تیز ہوتی گئی، کوئی پکار رہا تھا۔

''ہیلو، زیرو زیرو کالنگ ناٹ ون... کالنگ ناٹ ون...''

''ناٹ ون ہیئر، سر۔'' ایملی نے اس کا ایک بٹن گھما کر کہا، جس کے ساتھ ہی اندر ایک چکری سی گھومنے لگی۔

''ایجنٹ کل ۱۰ بجے صبح طیارے سے پہنچ رہا ہے، رسیو کرو اوور۔''

''لیکن یہاں خفیہ پولیس میری حفاظت کر رہی ہے، شاید میری نقل و حرکت پر بھی نظر رکھی جارہی ہے۔''

''مگر مجھے کسی نگرانی کی رپورٹ نہیں ملی۔''

''نہیں، یہ خفیہ نگرانی میری حفاظت کیلیے ہی ہے، پولیس کو مجھ پر کوئی شک نہیں۔''

''اسی سے فائدہ اٹھاؤ، پولیس کو ڈاج دینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ تم اپنی گاڑی اکلپس شاپنگ سینٹر پر بدل سکتی ہو، اس کا نمبر BYZ2525 ہوگا۔''

''نوٹڈ۔''

''شوفر کا یونیفارم گاڑی میں موجود ہوگا۔''

''او کے سر، لیکن ایجنٹ کی پہچان؟''

''اس کے کوٹ کے کالر پر ریڈ کراس کا نشان ہوگا۔''

''میں پہچان لوں گی اور کوئی حکم؟''

''نہیں، بس اسی پر فیصلہ ہے، ویسے تم ابھی کلب نہیں جاؤ گی، آج ایک اور آزمائش ہونے والی ہے۔''

''او کے، باس۔''

''اوور اینڈ آل۔''

ٹرانسمیٹر خاموش ہوگیا۔ ایملی نے اسے تیزی سے بند کیا اور پھر پلٹ کر ایک بار کھڑکی تک گئی، باہر اسے وہی پر ہول سناٹا مسلط نظر آیا۔ اس نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی اور ڈرائنگ روم کی روشنی بجھا کر باہر نکل آئی۔ اب وہ اپنی خوب گاہ کی طرف جا رہی تھی، جب کہ ایک دوسرا انسانی سایہ زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا مالی کی کوٹھری کی طرف حرکت کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# دھماکے قید ہو گئے

۱۱ بج کر ۲۵ منٹ ہو چکے تھے اور سپرنٹنڈنٹ خان خود اس وقت رائے راوت کے بیڈروم میں بیٹھا ہوا تھا۔ تپائی پر ریڈیو سیٹ رکھا تھا۔ عمارت کے باہر خفیہ پولیس کے افراد پھیلے ہوئے تھے اور اندر رائے راوت کے ملازموں کو ان کے کوارٹروں تک محدود کر دیا گیا تھا۔ رائے راوت کی مسز اپنے شوہر کی نسبت بوڑھی معلوم ہوتی تھیں۔ وہ کچھ پرانے قسم کی عورت تھیں، اس لیے شرم کی وجہ سے پولیس آفیسرز کے سامنے تو نہیں آئی تھیں، لیکن کسی خطرے کے احساس سے دھڑکتے ہوئے دل کو دبائے پاس والے کمرے میں ہی ڈرائنگ روم میں ہونے والی ہر بات پر کان لگائے بیٹھی تھیں۔ رائے راوت کی نظریں گھڑی پر تھیں، اگرچہ انھیں اس نامعلوم باس نے وقت ساڑھے ۱۰ بجے تک کا ہی دیا تھا، لیکن خان نے کہہ دیا تھا کہ نصف شب سے پہلے پہلے انھیں کسی وقت بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ ان کی نظریں گھڑی پر بار بار پڑتی تھیں اور وقت تھا کہ گزرنے میں ہی نہیں آتا تھا، حالانکہ فضا میں خنکی تھی، مگر ہر بار انھیں رومال سے چہرے کا پسینہ پونچھنا پڑتا۔ شام تک تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس دھمکی کا کوئی خوف نہیں ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خطرے کا احساس شدید ہوتا گیا۔ انھیں بار بار سر پیٹرک اور کنور ہرجیت کا خیال آ رہا تھا اور ان کا دل اس احساس سے کانپ اٹھتا کہ کہیں ان کا بھی وہی انجام نہ ہو۔

خان وائرلیس سیٹ پر جھکا ہوا تھا، لیکن ایک نئی بات یہ تھی کہ یہ سیٹ ایک بڑے مضبوط اسٹیل بکس میں رکھا گیا تھا۔ سوئی کو ۲۵´ ۹۰۰ کے شارٹ ویو میٹر بینڈ پر پہلے سے لگا دیا تھا اور ریڈیو آن تھا۔ یہ اسٹیل بکس خاص طور سے خان نے کسی مقصد کیلیے بنوایا تھا اور اس کے باوجود کہ ڈیسوزا اور اس کے دوسرے نائبین کے یہ سمجھانے کے باوجود کہ آپ بہت بڑا رسک

لے رہے ہیں، اس نے کسی کی بات نہیں مانی تھی۔ گھڑی میں یہ دیکھ کر ۱۱ بج کر ۲۶ منٹ ہو چکے ہیں اور وائس آف امریکہ کے میوزیک پروگرام کو شروع ہونے میں صرف پانچ منٹ ہیں، وہ رائے راوت سے مخاطب ہوا۔

''اب آپ سب یہاں سے چلے جایئے، بہتر ہوگا کہ عمارت سے باہر کمپاؤنڈ میں چلے جائیں۔''

''مم... مگر آپ...'' رائے راوت نے کہنا چاہا۔

''آپ کو میری ہدایت پر عمل کرنا ہے۔'' خان نے ذرا سخت لہجے میں کہا، اور رائے راوت مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی بیوی دوسرے کمرے میں تھیں، جو انھیں صحیح سلامت دیکھ کر خوش ہوگئی۔ وہ ایک عجیب سے ناخوشگوار احساس کے ساتھ اپنی مسز کو لے کر باہر نکل گئے۔ ملازم پہلے ہی اپنے کوارٹروں میں بند کر دیے گئے تھے۔ خان اب اس کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ اس نے ایک بار اور فریکوئنسی چیک کی اور سیٹ کے پاس سے ہٹ کر دور آ بیٹھا۔ اس کی نظریں اب گھڑی پر ہی جم کر رہ گئیں۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰۔ سیکنڈ کی سوئی نے حرکت کرتے ہوئے جیسے ہی ۳۱ منٹ پورے کیے، ساڑھے ۱۱ بجتے ہی ریڈیو سیٹ میں ایک عجیب سی بھڑاہٹ کی آواز ہوئی اور پھر ایک دھماکا، جو اتنا ہی خفیف تھا، جیسے کوئی مٹی کا مٹکا پھٹ گیا ہو۔ خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ریڈیائی دھماکا دہری اسٹیل کی چادر کے بکس کو پھاڑ نہ سکا، کیونکہ ایک تو ہوا کا دباؤ مفقود ہو گیا تھا، دوسرے دھماکے کو پھیلنے کیلیے جگہ نہ ملی تھی

☆☆☆☆☆☆

باہر موجود آدمیوں کو کچھ دیر بعد خان کی آواز سنائی دی۔

''اب آپ لوگ اندر آ سکتے ہیں۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ رائے راوت کا چہرہ خوشی سے کھل

اٹھا۔وہ اپنی مسز کو چھوڑ کر دوڑتے ہوئے اندر پہن گئے،انھیں خان صحیح سلامت نظر آیا،وہ اس بکس کو اٹھائے ہوئے تھا۔

''اب میں جاتا ہوں،آپ آرام کیجیے،کسی دوسرے قسم کے خطرے کا انسداد کرنے کیلیے خفیہ پولیس کا اسٹاف یہاں موجود ہے۔''خان نے رائے راوت سے کہا۔

''لیکن...یہ بات کیا ہوئی ؟''

''کچھ نہیں،دھماکا تو ہوا تھا،لیکن بچہ انڈے میں ہی رہ گیا۔''خان نے مسکرا کر کہا۔

''یعنی یہ اسٹیل باکس۔''

خان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور باہر نکل گیا۔باہر ڈیسوزا موجود تھا۔

''آپ سردست رائے صاحب کی نگرانی جاری رکھیے،ممکن ہے اس حربے کی ناکامی کے بعد وہ کوئی اور طریقہ اختیار کریں۔''خان نے اسے ہدایت کی۔اس کی کار کمپاؤنڈ میں ہی تاریکی میں کھڑی تھی،وہ اسٹارٹ ہوئی اور پھاٹک کھول دیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# پراسرار مہمان

ایئر پورٹ پر سادہ لباس میں موجود محکمۂ خفیہ کے آدمیوں نے اس بڈھے کو روک لیا جو داخلی دروازے کی بجائے اسٹاف گیٹ سے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

''میں تم سب کے ناک کان کاٹ کر چیل کوؤں میں تقسیم کر دوں گا، کیا سمجھتے ہو۔'' وہ ان پر بگڑ گیا۔

''جانے دو انھیں۔'' پیچھے سے انھیں انسپکٹر شاہ کی آواز آئی اور وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

''ارے واہ، آپ کہاں کے ملاقاتی نکلے اپنے۔''

''جاؤ جاؤ، تمہارے فرشتوں کو بھی میں نے پہچان لیا ہے۔''

''ارے ہاں جایئے، پہچان لیجیے ٹھینکے سے۔'' یہ کہہ کر بوڑھا اندر داخل ہو گیا اور دوسرے حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

جیٹ ایئر لائنز X.5 کے اترنے کے سگنل دیے جا چکے تھے اور گراؤنڈ کا عملہ تیار کھڑا تھا، شاید کوئی خاص شخصیت بھی اس جہاز سے آ رہی تھی، کیونکہ کچھ پریس فوٹو گرافر یہاں پہلے سے موجود تھے۔

طیارے کے لینڈ کرتے ہی ملاقاتی اور پریس فوٹو گرافرز قریب آ گئے۔ اترنے والوں میں چند سفید فام غیر ملکی مردوں اور عورتوں کے علاوہ ایک گوری چٹی اور نازک نقوش، لیکن بڑے پر شباب جسم والی چینی لڑکی بھی تھی، جو اپنی اداؤں سے کوئی ایکٹریس معلوم ہوتی تھی۔

وہ جیسے ہی سیڑھیوں سے اترنے لگی، پریس والوں نے اس کے فوٹو لینے شروع کر

دیے۔کیمروں کی فلیش لائٹ میں اس کا سرخ وسفید چہرہ اور کھلا ہوا نظر آنے لگا۔اس میں بلا کی سیکس اپیل تھی اور اگر وہ چینی نہیں ہو سکتی تھی تو اس کا جاپانی ہونا تو قطعی قدرتی تھا۔

وہ بوڑھا آدمی جو پچھلے راستے سے آیا تھا، وہ بھی ایک چھوٹا سا پاکٹ کیمرہ لیے سامنے موجود تھا۔نوخیز حسین مہمان نے ایک زرد فراک پہن رکھا تھا، جس کے نیچے اس کی بھری بھری گوری پنڈلیاں سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔

''مس لی ٹو، یور انٹرویو پلیز۔''ایک فوٹو گرافر نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا۔اس کی اس جرأت پر دوسرے بھی قریب آ گئے۔مس لی مسکرا رہی تھی۔ ان میں وہ بوڑھا بھی تھا۔

''ساری، اس وقت نہیں، میں بہت تھکی ہوئی ہوں، میں بعد میں آپ لوگوں کو خود چائے کی دعوت پر بلوالوں گی۔''وہ صاف اور شستہ انگریزی میں بولی۔

ویل، آٹوگرافس؟''ایک دوسرے موٹے فوٹو گرافر نے کہا۔

''اچھا، لایئے۔''وہ بے دلی سے سر دسانس کھینچ کر بولی۔

اور ان لوگوں کے علاوہ ملاقاتیوں نے بھی اپنی بکیں بڑھا دیں۔اس کے گرد خاصی بھیڑ ہو گئی۔ان آٹوگراف لینے والوں کے درمیان سے ایک نرم و نازک سا خوبصورت ہاتھ بڑھا اور اس نے بھی اپنی بک اس کے سامنے کر دی، مگر وہ اسے دیکھ کر کچھ چونک سی پڑی۔یہ کیفیت اس نے بہر حال بڑی چالاکی سے اپنی اکتاہٹ کے اظہار میں چھپالی۔اس نوٹ بک کے سادہ صفحے پر لکھا تھا''ریڈیو''۔

مس لی نے وہ نوٹ بک ہاتھ میں لے لی اور اس پر رکھ کر دوسری بکوں پر دستخط کرتی رہی۔

پھر کسی کی ایک دوسری حرکت نے اسے چونکا دیا۔کسی نے اس کے فراک کے کالر پر لگا ہوا سرخ پھول سونگھا اور اتنی زور سے سونگھا کہ اس کی ناک سُڑ کنے کی آواز وہ سنے بغیر نہ رہ

سکی۔اس نے گھوم کر دیکھا، وہ بوڑھا فوٹو گرافر اپنی دونوں آنکھیں بند کیے مستی میں جھوم رہا تھا۔ وہ مسکرادی۔

''آپ کو آٹو گراف نہیں چاہیے؟''مس لی نے سریلی آواز میں اس کے کان کے قریب کہا۔

''آں، جی ہاں، جی ہاں، مجھے پھولوگراف، آئی ایم ساری، فوٹو گراف چاہیے۔''وہ چونک کر بولا۔آٹو گراف لینے والوں کی بھیڑ چھٹ چکی تھی۔وہ دور ہٹ گئے تھے اور وہ لڑکی ایملی تھی جو عجیب سی بیزار نظروں سے اس بوڑھے کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ کو یہ پھول پسند ہے؟''

''ہائے، یہ پھول اس پھول سے جسم کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے، کاش میں اسے سونگھ سکتا۔''

''اس عمر میں لوگوں کو بالعموم کچھ اسی قسم کی حسرتیں رہ جاتی ہیں۔''وہ اس کی باتوں سے لطف لیتے ہوئے بولی۔

''محترمہ میری عمر کو نہ دُشنام دیجیے، چنگیز سو کی عمر میں بھی ہزار جوانوں کا ایک جوان تھا۔''بوڑھے آدمی نے کسی قدر سینہ پھلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کا تعارف حاصل کرسکتی ہوں؟''لی ٹو ہنس کر بولی۔شاید وہ اپنی تعریف سے خوش ہونے کی عادی تھی۔

''فدوی کو فرحت مرزا چنگیزی کہتے ہیں۔''

''اوہ، تبھی آپ اتنے جوان واقع ہوئے ہیں۔''ایملی بولے بغیر نہ رہی۔

''درایں چہ شک، محترمہ، بلکہ ڈبل محترمہ، لیکن آپ تو بہت اچھی اردو قسم کی ہندوستانی بولتی ہیں۔''وہ ایملی سے مخاطب ہوا۔

''میں ہندوستانی ہی ہوں۔''ایملی نے صاف لہجے میں کہا۔

''تو میں بھی کوئی افغانستانی نہیں ہوں، معاف کیجیے گا۔'' یہ کہہ کر وہ پھر لی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''آپ یہاں کے کون سے فلمی جریدے کے نمائندے ہیں؟'' مس لی نے سوال کیا۔

''جی، میں کسی جزیرے کا نمائندہ نہیں ہوں، میں فلم میگزین اسپاٹ لائٹ کا وغیرہ وغیرہ ہوں۔'' بوڑھے فوٹو گرافر نے بتایا۔

''یہ وغیرہ وغیرہ سے کیا مراد ہے آپ کی؟'' لی مجمع کے درمیان سے پولیین کی طرف چلتے ہوئے بولی۔

''بھئی، رپورٹر، فوٹو گرافر، نمائندہ، تبصرہ نگار، اینڈ وغیرہ۔ آپ ایسی خاص شخصیتوں کے معاملے میں مجھے یہ ساری خدمات ایک ساتھ انجام دینی پڑتی ہیں۔'' وہ پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا۔

''شاید اسی لیے آپ کچھ دلچسپ آدمی ہیں۔'' لی نے مسکرا کر کہا۔

''ایک بار پھر فوٹو گرافر نے اس کے پوز لیے۔ وہ مسکراتی چلتی رہی۔

''خیر، آپ میری پریس کانفرنس میں ہی مل لیجیے گا مجھ سے۔'' اس نے پیچھا چھڑانے کیلیے اس سے کہا۔

''مس لی، میں اس وقت تک آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا جب تک کہ آپ میرے سوالات کے جواب نہیں دے دیں گی۔ مجھے آج ہی اپنے میگزین میں رپورٹ دینی ہے، صرف آپ کی وجہ سے کاپی رکی ہوئی ہے۔'' وہ اپنی ضد پر اڑ گیا۔ دوسرے رپورٹر اور فوٹو گرافر منتشر ہو چکے تھے، لیکن ایملی اب بھی اس کے ساتھ تھی۔

''پہلے آپ میرے اس سوال کا جواب دیجیے کہ میرے یہاں پہنچنے کی خبر آپ لوگوں کو کیسے ہوئی؟'' وہ الٹا اسی سے سوال کر بیٹھی۔

Akram Allahabadi

''ہمیں کلکتے سے پی ٹی آئی کے نمائندے نے ٹیلی پرنٹر کے ذریعے خبر دے دی تھی۔''بوڑھے فوٹوگرافر نے کہا۔

''اوہ ہاں، ڈم ڈم کے ہوائی اڈے پر موسم کی خرابی کے سبب ہمارے طیارے کو ایک گھنٹہ ٹھہرنا پڑا تھا۔

''جی ہاں، جی ہاں، وہی، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ دوسرے فوٹوگرافرز بھی آپ کی بو سونگھتے پہنچ جائیں گے۔''

اب وہ ویٹنگ ہال میں پہنچ چکے تھے۔ یہاں ایک رنائرنگ روم میں جب لی داخل ہوئی تو دوسرے دیکھنے والے اور فوٹوگرافرز تو باہر سے ہی چلے گئے تھے، لیکن وہ بوڑھا فوٹوگرافر نہ مانا۔ وہ ساتھ لگا اندر چلا آیا۔ ایملی اسے غصیلی نظروں سے گھور رہی تھی۔

''آپ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے؟''مس لی ایک صوفے پر گرتی ہوئی تھکے انداز میں بولی۔

''محترمہ، آپ کون سے خرچے کی پپوڑ، آئی ایم ساری، پرچے کی رپورٹر ہیں؟'' بوڑھا فوٹوگرافر اس کی بات سننے کی بجائے ایملی سے سوال کر بیٹھا، کیونکہ وہ اسے گھور رہی تھی۔

''یہ میری پرانی واقف کار ہیں، ان سے ایک بار اوکینا میں میری ملاقات ہوئی تھی، جب سے ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''مس لی نے ایملی کی طرف سے جواب دیا۔

''اوہ، تب تو میں ان سے معذرت چاہتا ہوں، میں انھیں اپنی ہی برادری کا سمجھا تھا۔''بوڑھے نے معذرت کی۔

''آپ کو جو کچھ پوچھنا ہے، جلدی پوچھیے، مجھے وقت کم ہے، میں ہوٹل پہنچ کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔''لی نے اکتا کر کہا۔

''کون سے ہوٹل میں ٹھہریں گی آپ؟''

''یہ میں ابھی نہیں بتا سکتی، میں نہیں چاہتی کہ مجھے زیادہ پریشان کیا جائے۔'' وہ

Akram Allahabadi

جھنجلا گئی۔

''دیکھیے آپ جاپان کی ایک بڑی فلم ایکٹریس ہیں اور آپ کو اپنی پوزیشن کے مطابق ہم اخبار والوں سے سلوک کرنا چاہیے۔'' بوڑھے نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

''آپ اپنے سوالات پوچھیے۔''

''آپ کا یہ دورہ کس سلسلے میں ہے اور آپ نے اسے راز میں کیوں رکھا ہے؟''

''میں تفریح کیلیے نکلی ہوں اور نہیں چاہتی کہ اس کی پبلسٹی ہو۔ مجھے سکون اور تنہائی چاہیے۔'' اس نے صاف لہجے میں جواب دیا۔

''شاید آپ پچھلے دنوں بہت مصروف رہی ہیں؟''

''پچھلے دنو منیلا میں ولیم ہرٹز کی فلم 'دی اسپائی' کی مسلسل شوٹنگ ہو رہی تھی اور بحیثیت ہیروئن اس میں زیادہ تر کام میرا ہی تھا۔''

''دی اسپائی، ولیم ہرٹز۔'' بوڑھے فوٹو گرافر نے یہ الفاظ دہراتے ہوئے اپنی نوٹ بک میں لکھ لیے۔

''اور کون کون سی فلموں میں کام کر رہی ہیں آپ؟''

''دو جاپانی فلموں میں اور ایک دوسری امریکن فلم ہے، 'ٹائم اینڈ ٹائیڈ'۔''

''خوب۔'' اس نے وہ بھی لکھتے ہوئے کہا۔

''یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟''

''میں نے کہا نا کہ میں اپنا پروگرام کسی کو نہیں بتا سکتی۔ میں چند دنوں تک اخبار والوں کے شیک سے بھی دور رہنا چاہتی ہوں۔'' وہ انگریزی میں بولی۔

''ٹھیک، یعنی سایہ۔'' ایملی بول پڑی۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، اخبار والے سایا نہیں پہنتے۔''

''شادی وغیرہ کا ارادہ ہے کچھ آپ کا؟'' اس نے پھر سوال کیا۔

Akram Allahabadi

''کم از کم آپ جیسے برگِ خزاں رسیدہ سے تو ہرگز نہیں۔'' لی نے مذاق کیا۔

''میں گرگِ باراں دیدہ بھی ہوں، محترمہ، لیکن خیر، دوسرا سوال، آپ نے کبھی کسی سے عربی کا حُب، فارسی کا عشق، اردو کی محبت، ہندی کا پریم اور انگریزی کی لو بھی کی ہے۔'' اس نے کھچڑی قسم کا سوال کیا، جس پر ایملی برداشت کے باوجود ہنس پڑی۔

''جی نہیں، مجھے اس قسم کی بیہودگیوں سے دلچسپی نہیں۔''

''ہائے، اپنی قسمت۔'' وہ سرد آہ بھر کر ہندوستانی میں بولا اور ایملی پھر ہنس پڑی۔

''اور کچھ؟'' لی نے ہمہمس کر کہا۔

''آپ کہاں سے آرہی ہیں اور کہاں جائیں گی؟''

''بتا چکی ہوں کہ نیلا سے آرہی ہوں اور کہاں جاؤں گی، یہ نہیں بتا سکتی، اب آپ میرا پیچھا چھوڑیے۔''

''بہتر ہے، لیکن پریس کانفرنس میں خادم کو بلانا نہ بھولیے گا۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ مس لی نے جب اس کارڈ کو دیکھا تو چونک پڑی۔ اس پر لکھا تھا۔

مسٹر تھری ناٹ تھری

فروٹ اینڈ ویجی ٹیبل اینڈ کری مرچنٹ

ایکس روڈ وائی سٹی، زیڈ زیڈ زیڈ

پھر وہ اور ایملی دونوں بے اختیار ہنس پڑیں۔

''عجیب مسخرا معلوم ہوتا ہے۔'' ایملی نے کہا۔

''بعض جرنلسٹ بڑے زندہ دل ہوا کرتے ہیں، خصوصاً جتنے عمر رسیدہ ہوں گے، اتنے ہی پر مذاق بھی۔'' وہ یہ کہتے کہتے سنجیدہ ہو گئی۔

''تو پھر چلا جائے؟'' ایملی نے کہا۔

Akram Allahabadi

''وہ کہاں ہے؟''مس لی نے پوچھا۔

''وہیں لے چلوں گی۔''

''یہاں تو سب ٹھیک ہے نا؟''

''اس کی ذمے داری ہم لوگوں پر ہے، آپ بے فکر رہیں۔''

''میں نے اپنی حکومت کی طرف سے یہ بڑی خطرناک ذمے داری قبول کی ہے، ذرا سی بے احتیاطی میری ساری پوزیشن کو ختم کر دے گی۔''

''یہاں ہر قسم کی احتیاط برتی جائے گی۔ یہاں کی پولیس کو پہلے ہی غلط راستے پر ڈالا جا چکا ہے اور ہمیں خود پولیس کی ہمدردیا حاصل ہیں، اس لیے ہم پر شبے کا سوال ہی نہیں۔'' ایملی بڑے مدھم لہجے میں اسے بتاتی رہی۔

''مجھے جانا کس طرح ہے؟''

''میری کار باہر موجود ہے۔''

''نہیں، یہ ٹھیک نہ ہوگا، ممکن ہے بعض رپورٹر پیچھے لگ جائیں۔ تم باہر جا کر کوئی ٹیکسی انگیج کرو، میں نے خود کو چھپانے کیلیے ہندوستانی عورتوں کا پہننے والا کالا برقعہ پہلے سے لے رکھا ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت کر دینا کہ میرے بیٹھتے ہی وہ ٹیکسی اسٹارٹ کر دے اور تم اپنی کار سے اس کی رہنمائی کرنا۔''مس لی نے اسے ہدایت کر دی۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ اچھا، میں جاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور مس لی اپنا سوٹ کیس کھولنے لگی۔

کچھ دیر بعد ہی ایک کار اور ایک ٹیکسی آگے پیچھے مین روڈ پر دوڑ رہی تھیں۔ کار کو خود ایملی ڈرائیو کر رہی تھی اور پیچھے ٹیکسی میں ایک سیاہ برقع پوش خاتون موجود تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# عجیب ہدایت

جگتاپ اپنے آفس کی بجائے ہال کے عقبی حصے والے ریٹائرنگ روم میں موجود تھا۔ اس وقت اس کے پاس صرف ہنسا تھی، وہ اسے پہلو میں لیے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور سامنے میز پر ایک خالی بوتل اور وہسکی کی ایک بھری بوتل جو صرف گردن تک خالی ہوئی تھی، رکھی تھی۔ گلاس کے ساتھ ہی بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور نمک مرچ کی شیشیاں رکھی تھیں۔

''میرے حسین ساقی، جی چاہتا ہے کہ اس شراب میں تمہیں بھی گھول کر پی جاؤں، تم خود دو آتشہ ہو۔'' وہ نشے میں جھومتے ہوئے اس کا ہاتھ چوم کر بولا۔

''اتنی سی پی کر بہک گئے۔'' ہنسا نے بڑے ناز سے اٹھلا کر جواب دیا۔

''ہے ہے، ابھی پی ہی کس کمبخت نے ہے اور پلاؤ نا، بس پلائے جاؤ۔'' جگتاپ نے خالی گلاس اس کی طرف بڑھا کر کہا اور ہنسا نے اس گلاس کو نصف تک شراب سے بھر دیا، باقی نصف سوڈے سے پر کرنے کے بعد وہ اسے منہ سے لگا کر آدھا خالی کر گیا اور گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا کر دانتوں سے نوچنے لگا۔

''اگر تمہاری بوٹیاں بھی اس طرح نوچوں تو کتنا مزا آئے۔'' وہ اسے بھوکی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا، لیکن ہنسا پر اس جملے کا مطلق اثر نہ ہوا، وہ بدستور مسکراتی رہی۔ جگتاپ کی آنکھوں میں نشہ اور گہرا ہو گیا اور اس نے اسے اپنی باہوں میں دبوچ لیا، مگر اسی وقت کسی نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی اور اس نے ہنسا کو چھوڑ کر اندر سے بگڑے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''کون ہے؟''

Akram Allahabadi

جواب میں کسی نے دروازہ ذرا سا کھول کر اندر جھانکا، وہ ایک ادھیڑ عمر کا بیرا تھا۔

''آپ کا فون ہے۔''

''مگر میں نے کہا نہ تھا کہ میں یہاں نہیں ہوں؟''

''سی ون کا ہے، باس۔''

''اوہ۔'' یہ نام سن کر وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ ''اچھا...فون یہیں اٹھا لاؤ۔'' اس نے اسے حکم دیا۔ بیرا چلا گیا۔

''کمبخت یہاں بھی چین نہیں لینے دیتے۔'' ہنسا نے گویا اس کی وکالت کی۔

''شش...ایسا نہ کہو، وہ سور بہت خطرناک ہے، میں ابھی اس سے کوئی جھگڑا نہیں چاہتا۔'' اس نے منہ پر انگلی رکھ کر گویا اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔

''کون سور؟''

''وہی بڑا سور، مگر تم کیا جانو۔''

اتنے میں بیرا فون لے کر آ گیا، اس نے رسیور ہاتھ میں لے لیا۔

''ایڈیٹ۔'' دوسری طرف سے غصے میں بھری آواز سنائی دی۔

''یس باس۔'' جگتاپ کے چہرے کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا۔

''کہاں مر گئے تھے تم؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں تو یہیں ہوں، ریہرسنگ روم میں تھا۔''

''حالانکہ آج تمہیں مستعد رہنے کی ضرورت تھی۔ خیر، ایجنٹ پہنچ گیا ہے، اب ہمیں آخری ڈیمانسٹریشن دینا ہے، تیار کرو۔''

''او کے، باس، وہاٹ فریکوئنسی؟''

''۳۱، شارٹ ویو، کامن۔''

''کتنے بجے؟''

''ساڑھے ۹ بجے شب میں۔''

''گاٹ اٹ۔''

''کیا تم نے پی رکھی ہے؟''

''سردی ہوگئی تھی، تھوڑی سی پی ہے۔''

''احتیاط سے کام لو، یہ آخری مرحلہ ہے، اس مظاہرے کے بعد ہمارا کام ختم ہوجائے گا۔''

''لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے، لیکن ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں، انھیں ذرا سا چھیڑنا بھی حماقت ہوگی۔''

''شنکھر کو ہدایت کرو کہ مس لی کے پیچھے پڑنے والے اسپاٹ لائٹ کے رپورٹر کے بارے میں فوراً معلومات حاصل کرے۔''

''ویری ویل، سر۔''

''اپنا کام ختم کر کے مجھے زیرو ایک پانچ پر ملو۔''

اس کے بعد دوسری طرف سے سلسلہ ختم ہوگیا اور جگتاپ نے تھکے ہوئے انداز میں رسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

''تو تمہارا بھی کوئی باس ہے؟'' ہنسا برا سا منہ بنا کر بولی۔ وہ ایک دم بے تکلفی پر اتر آئی تھی۔

''یوں تو دنیا میں ہر ایک کا کوئی نہ کوئی باس ہوتا ہے۔'' جگتاپ نے ہنس کر کہا۔

''بزدل، میں تو سمجھی تھی کہ تم اکیلے اور اونچے سر کے آدمی ہو، جو سر کسی کے سامنے جھکتا ہو، میں اسے ایک غلام کا سر سمجھتی ہوں۔''

''میں اس سور کا غلام نہیں ہوں، میں صرف اپنا حصہ وصول کرنے تک اس کے

ساتھ ہوں، پھر ہمیشہ کیلیے آزاد ہو جاؤں گا، بس تم ہو گی اور میں۔'' جگتاپ نے بتایا۔

''تمہارا اس کا کوئی بزنس ہے کیا؟'' وہ نرم پڑ گئی۔

''بہت بڑا، ایک کروڑ کا، جس میں صرف چار رسا جھے دار ہیں، صرف چار، یعنی ۲۵، ۲۵ لاکھ۔''

''اوہ، تب تو شاندار بات ہوئی۔''

''اور نہیں تو کیا، میں تمہیں راج کماریوں جیسے ٹھاٹ سے رکھوں گا، ڈارلنگ۔'' اس نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے اپنے سینے سے بھینچنا چاہا، لیکن وہ اکڑ گئی۔

''اونہوں نہہ، پہلے کام، بعد میں آرام۔''

''ضرور، ضرور، تم کافی عقلمند عورت ہو۔'' وہ اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ہم پھر کل یہیں اسی وقت ملیں گے۔'' اس نے یہ کہتے ہوئے ہاتھ ملایا اور لڑکھڑاتی چال سے باہر نکل گیا۔ ٹیلی فون اب ہنسا کے قبضے میں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

# ویران رصدگاہ

محکمۂ موسمیات نے اپنی مڈلینڈ والی رصدگاہ جب سے دوسری جگہ منتقل کی تھی، اس کی عمارت ویران پڑی تھی اور کیونکہ یہ چھوٹا سا جزیرہ ساحل سے دور ہونے کی وجہ سے بالکل ویران تھا، اس لیے اس عمارت کو نہ تو کسی نے خریدنے کی کوشش کی، نہ کسی سرکاری کام آسکی۔ کبھی کبھی دن میں مچھلیوں کے کچھ شکاری، یا پکنک پسند لوگ یہاں آجایا کرتے تھے، لیکن رات کو جب جوار آنے کے سبب پانی چڑھ آتا تو کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ یہاں ٹھہر سکے۔ رصدگاہ کے منتقل ہونے کے بعد یہاں نہ تو سرکاری موٹر بوٹ رہ گئی تھی اور نہ ہی روشنی کا انتظام۔ یہ کھاڑی رات میں بالکل تاریک رہتی اور اسی پر ہول تاریکی میں اس وقت پانی پر چپوؤں کی خفیف سی آواز چپڑ چپڑ کرتی سنائی دے رہی تھی، وہ ایک چھوٹی کشتی تھی جو کھاڑی کو عبور کرتی ہوئی مڈلینڈ کی طرف بڑھ رہی تھی، لیکن اس سے کافی دور ایک انسانی سایہ بھی پانی میں بڑی آہستگی سے تیرتا چلا جارہا تھا۔ کبھی کبھی اس کا سر بس پانی سے ابھرتا نظر آتا اور پھر غائب ہوجاتا۔ کشتی مڈلینڈ کے کنارے پہنچ گئی اور اسے کشتی سے اترنے والے ایک موٹے سے آدمی نے لکڑی کے ایک کھونٹے کو زمین میں گاڑ کر رسّی سے اٹکادیا۔

کشتی سے تین دوسرے انسانی سائے اترے اور وہ موٹا آدمی ان کی رہنمائی کرنے لگا۔

مڈلینڈ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا، اتنا چھوٹا کہ اس پر بمشکل سو مکان بن سکیں، مگر آبادی کوئی نہ تھی۔ رصدگاہ کی ویران عمارت تنہا اس پانی سے گھرے ہوئے مقام پر خاموش کھڑی تھی۔ اس کے احاطے کے تار ٹوٹ گئے اور جہاں کبھی ایک خوبصورت باغیچہ سرکاری خرچے پر لگایا گیا تھا، وہاں اب جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی۔ خشک گھاس پر ان کے قدم چرچراہٹ کی ہلکی آواز

پیدا کرنے لگے، لیکن پانی کی لہروں کے شور میں وہ آواز دب گئی۔

جب وہ رصدگاہ کی عمارت کے زمین سے ملے ہوئے برآمدے میں داخل ہوئے تو یہاں بھی گہرا سکوت مسلّط تھا۔ موٹے آدمی نے آگے بڑھ کر ایک بند دروازے پر ہلکے ہلکے دستک دی اور تقریباً ایک منٹ بعد ہی دروازہ اندر سے کھل گیا۔ وہ تینوں اندر داخل ہو گئے، موٹا آدمی باہر ہی رہ گیا۔ اندر برقی روشنی موجود تھی، لیکن کیونکہ کھڑکیوں اور دروازوں میں لگے ہوئے شیشوں پر گہرا سیاہ رنگ لگا دیا گیا تھا، اس لیے باہر سے روشنی کی جھلک تک نظر نہ آتی تھی۔

انھیں ریسیو کرنے والا ایک گنجا سا پستہ قد آدمی تھا، جس نے انھیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ روشنی میں آنے والوں کے چہرے صاف نظر آنے لگے۔ یہ مس لی، ایملی اور ایک تندرست سا چپٹی شکل کا آدمی تھا، جو فوجی قسم کا کوئی جاپانی، یا جزائر شرق بعید کا کوئی باشندہ نظر آتا تھا۔

''تشریف لایئے، مس لی۔'' گنجے نے بڑے ادب سے جھک کر اس کا استقبال کیا اور پھر ان کی رہنمائی کرنے لگا۔ چند سیڑھیوں کا ایک راستہ طے کر کے وہ ایک دوسرے بڑے کمرے میں پہنچ گئے، جس کی دیواروں پر برقی تاروں کا جال بچھا ہوا تھا اور اندر ایک قدِ آدم شیشے کا والو ایک چبوترے پر نصب تھا، اس کے نزدیک ہی ایک پروجیکٹر اور ایک بورڈ تھا، جس سے ملی ہوئی ایک کرسی پر ایک آدمی ان کی طرف پشت کیے بیٹھا تھا۔

''ایجنٹ، باس۔'' گنجے آدمی نے بڑے ادب سے جھک کر کہا۔

اندر ایک صوفہ سیٹ اور ایک میز موجود تھی، جس پر ایک ایش ٹرے رکھی تھی اور ٹیلی فون سیٹ۔

''تشریف رکھیے۔'' اس پراسرار باس نے ان کی طرف دیکھے بغیر وہیں سے کہا۔

مس لی اور اس کے ساتھی نے ایک بار اس مقام کا سرسری نظر سے جائزہ لیا اور

صوفے پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد اس بورڈ سے وہ آدمی اٹھا اور گنجے نے دیوار میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا جس سے کمرے کی روشنی مدھم پڑ گئی، ایسی جس سے صرف چہروں کے نقوش مدھم نظر آسکیں۔

''معاف کیجیے گا، میری آنکھیں تیز روشنی کا مقابلہ کرنے کی عادی نہیں ہیں۔'' وہ ان سے ذرا فاصلے پر گدّے دار کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''کوئی بات نہیں، اچھا ہی ہے۔'' مس لی نے جواب میں کہا۔

''ہمارے معاملے کی تفصیلات تو مسٹر کیٹو کے ذریعے ہو ہی چکی ہیں۔'' پراسرار باس نے کہنا شروع کیا، مسٹر کیٹو سے اس کا اشارہ مس لی کے ساتھی کی طرف تھا۔

''میری حکومت اس فارمولے کو خریدنے پر رضامند ہو چکی ہے اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس کی عملی حیثیت مستحکم ہے، میں آپ کو وہ اختیار نامہ دے دوں گی جس کی رو سے منیلا کے اسٹیٹ بینک میں آپ کے نام سے ایک کروڑ روپے کھاتے میں فوراً جمع ہو جائیں، آپ اس اختیار نامے کی رو سے جب چاہیں اس رقم کو حاصل کر سکتے ہیں۔''

''ڈالر کی شکل میں؟''

''یقیناً۔''

''بہتر ہے۔ ویسے مسٹر کیٹو کے سامنے تین بار اس فارمولے کے تجربے دہرائے جا چکے ہیں۔ پہلا خود اس کے موجد پر، دوسرا اس کے ایک دوست پرنس ہر جیت پر اور تیسرا رائے راوت پر، لیکن یہ انفرادی تجربات تھے اور آج اجتماعی تجربے کا ردِعمل آپ کو دکھانے کے بعد میری پیش کش مکمل ہو جائے گی۔'' اس نامعلوم آدمی نے، جس کا نصف چہرہ تاریکی میں تھا، کہا۔

''لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہ ریڈیائی دھماکے زیادہ سے زیادہ سو میل کے علاقے میں ہی ہوتے ہیں، ان کا دائرۂ عمل اس سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔'' اب کی بار مس لی

کے ساتھی نے کہا۔

''یہ بات نہیں۔ فارمولے کی رو سے انھیں ہزاروں میل کے علاقے تک پھیلایا جا سکتا ہے، لیکن اس کیلیے ویسے ہی طاقتور اینٹینا ز (Antinas) اور نشری سسٹم کی ضرورت ہے۔ یہاں میرے لیے یہ کام بڑے پیمانے پر کرنا ممکن نہ تھا، اس لیے میں نے اسی جگہ ایک چھوٹا نشری سسٹم نصب کر رکھا ہے اور یہ اسی کا کام ہے' اس نامعلوم باس نے بتایا۔

''تب ٹھیک ہے۔ بہر حال ابھی کتنی دیر ہے آپ کے اس مظاہرے میں؟''

''اپنی گھڑیاں دیکھیے، ٹھیک ساڑھے ۹ بجے یہ دھماکے ۳۱ میٹر بینڈ پر ہوں گے۔'' اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آیئے، میں آپ کو دکھاؤں۔''

وہ اس کنٹرول بورڈ کی طرف بڑھنے لگا، دوسرے اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ اس نے بورڈ میں لگے ایک میٹر کی طرف اشارہ کیا، جس کا ڈائل سرخ تھا اور اس میں چاروں طرف مختلف ریڈیائی فریکوئنسیوں کے پوائنٹ بنے ہوئے تھے۔ میٹر کی سوئی اس وقت ۳۱ شارٹ ویو پر رکی ہوئی تھی، لیکن ٹھیک اسی وقت دائیں سمت رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی، اس نے رسیور اٹھا لیا۔

دوسری سمت سے جگمگاپ کی آواز آ رہی تھی۔ ''باس، اینٹینا سیٹ ہے، لیکن کیا آپ نے مقامی ریڈیو اسٹیشن کا ہنگامی نشریہ سنا ہے؟''

''نہیں، کیا بات ہے؟''

''میں نے ابھی ابھی ریڈیو پر سنا ہے۔ یہاں کے پولیس چیف نے پبلک کو تنبیہہ کی ہے کہ وہ ساڑھے ۹ بجے ۳۱ میٹر بینڈ پر سوئی نہ لگائیں۔'' ادھر سے جواب ملا۔

''مگر یہ بات پولیس تک پہنچی کیسے؟'' وہ پراسرار باس خوفناک لہجے میں بولا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''کسی نے فون ٹیپ کیا ہوگا، باس۔''

Akram Allahabadi

"اور تم اس بات کو اتنی معمولی اہمیت سے ادا کر رہے ہو؟" وہ غرایا۔

"میرا کوئی قصور نہیں ہے، میں نے آپ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا ہے۔"

"شٹ اپ، بلو اپ ویوز کا نشری سسٹم میں اے میٹر بینڈ پر تبدیل کر رہا ہوں، دس منٹ کے اندر اندر اینٹینا اور پوائنٹر درست کر لو۔"

"او کے، باس۔"

"اس وقت ۹ بج کر ۱۹ منٹ ہو چکے ہیں، گیارہویں منٹ پر میں بٹن پریس کر دوں گا۔" اس نے حکم دیا۔

"ویری ویل، باس۔" جگتاپ کا جواب ملا۔

"ناؤ گیٹ آن۔" یہ کہہ کر اس نے رسیور کریڈل پر دے مارا۔ اور مہمانوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کسی طرح ہمارے آج کے مظاہرے کی خبر مقامی پولیس کو ہو گئی ہے، میں ڈیمانسٹریشن کیلیے اے میٹر بینڈ پر سوئی تبدیل کر رہا ہوں۔" اس نے مس لی کو بتایا۔

"یعنی اتنی جلدی تبدیل بھی کی جا سکتی ہے؟" مس لی نے دلچسپی سے کہا۔

"یقیناً، بلکہ یہ سسٹم اور بڑے پیمانے پر اور خودکار ہو تو فوراً ہی تبدیلی عمل میں آ سکتی ہے۔" وہ بولا۔

سوئی کا پوائنٹ بدل کر وہ پھر اپنی جگہ پر آ گیا اور ایک لمحے کیلیے گہرا سناٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ خود ہی ایملی سے مخاطب ہوا۔

"ایملی، یہ اچھا نہیں ہوا، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ پولیس کو بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"لیکن میں نے تو پولیس کو پورا پورا مغالطہ دے رکھا تھا۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ شنکھر کو فالو کیا گیا ہے، مگر نہیں، شنکھر سے کوئی ایسا کام نہیں لیا

گیا۔'' وہ گنجے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں، باس، بلکہ میں تو خود پولیس کو ڈاج دیتا رہا ہوں۔'' گنجا بول اٹھا۔

کیا کوئی اور بھی ہوسکتا ہے، ایملی، تمہارا وہ سارجنٹ؟''

''نو، باس۔ وہ اوّل تو کبھی کبھی میری خیریت پوچھنے آتا ہے، دوسرے اسے مجھ پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ وہ میری حفاظت کی فکر میں لگا رہتا ہے۔'' ایملی نے کہا۔

''تم نے اس بوڑھے فوٹو گرافر کے بارے میں معلوم کیا؟'' باس نے گنجے سے پوچھا۔

''جی ہاں، اسپاٹ لائٹ کے دفتر سے اس کی تصدیق ہوگئی ہے۔'' گنجے نے جواب دیا۔

''اور کوئی ہے نظر میں؟''

''میرا خیال ہے کہ بات جگتاپ سے ہی لیک ہوتی ہے۔'' ایملی نے کچھ سوچ کر کہا۔

''اس خیال کی وجہ؟''

''جس بیوقوف آدمی کو میں نے اس سارجنٹ کا اعتماد حاصل کرنے کیلیے اس کے کہنے پر کلب کا ممبر بنوایا تھا، اس کی سکریٹری پر جگتاپ فدا ہوگیا ہے۔'' ایملی نے کسی قدر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ حقیقت بول رہی ہے، یا رقابت؟'' باس نے پوچھا۔

''میرا اس سے رے کوئی واسطہ نہیں ہے، باس۔'' ایملی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''ساتھیوں کیلیے اپنی زبان گندی نہ کرو، اس میں حسد کی بو آرہی ہے۔''

''میں نے اپنا خیال ظاہر کردیا ہے، آپ کو اختیار ہے۔''

''شیکھر، اگر یہ بات صحیح نکلے تو جگتاپ کا فیصلہ کردو۔'' باس نے گنجے کی طرف گھوم

Akram Allahabadi

کر کہا۔

''میں بہت غریب آدمی ہوں، باس۔'' شیکھر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے اور اسی لیے تم میرے ساتھ منیلا چل رہے ہو۔''

''کیا یہ ممکن نہیں کہ جگتاپ کا حصہ، اگر وہ قصوروار ثابت ہو تو، مجھے دے دیا جائے؟'' گنجے نے ادب سے کہا۔

''کیا مطلب؟'' اس کا باس گھوم پڑا۔ اس کا لہجہ خوفناک ہو گیا تھا۔

''فارمولا بھی میں نے چرایا تھا، باس، میں نے سب سے زیادہ محنت کی ہے۔'' گنجا بلا کسی جھجک کے بولا۔

''اوہ، خیر یہ فیصلہ ہم آپس میں کر لیں گے، پہلے اس خطرے کی تحقیق کرو۔'' باس فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

او کے، باس۔'' گنجے نے سر جھکا لیا۔

''ٹھیک ۹ بج کر ۳۰ منٹ پر ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی اور جگتاپ کی آواز آئی۔'' سب ٹھیک ہے، باس۔''

''آل رائٹ۔'' اس نے رسیور پھر رکھ دیا اور وہ مہمانوں سے مخاطب ہوا۔

''اب آپ لوگ میرے قریب آ سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر اس کنٹرول بورڈ پر جا بیٹھا۔ اس نے اس کا ایک سوئچ آن کیا اور ساتھ ہی اس سے ایک تار کے ذریعے منسلک دو کلیمپ اٹھا کر ان کی طرف بڑھائے۔

''یہ اپنے کانوں پر چڑھا لیجیے۔''

اس نے خود بھی ایک کلیمپ جو رسیونگ یونٹ تھا اپنے کانوں پر چڑھا لیا۔ یہی عمل لی اور کیٹو نے کیا۔ پھر اسنے گھڑی دیکھ کر ایک دوسرا سوئچ آن کر دیا اور بورڈ کا ایک اور میٹر روشن ہو گیا۔ اس میں ایک سوئی حرکت کر رہی تھی۔ اس کا ہر سیکنڈ کا ایک پوائنٹ تھا۔

Akram Allahabadi

''اب صرف گیارہ سیکنڈ رہ گئے ہیں۔'' وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔

پھر اس دوسرے میٹر کی سوئی نے جو دس پوائنٹ پر پورے دائرے میں گھومتی تھی، دس سے ایک کی طرف حرکت کرنی شروع کر دی۔

۹،۸،۷،۶،۵،۴،۳،۲...

اور جیسے ہی وہ ایک پر پہنچی، وہ اچھل پڑے۔ سوئی میٹر میں صرف تھرّا کر رہ گئی تھی۔

یک نہ شد دو شد

لیکن ان تینوں کو اپنے کانوں میں مسلسل کئی دھماکے سنائی دیے۔ ٹھیک اسی وقت سارا کمرہ فلیش لائٹ سے بھر گیا۔

''ون مور پوز پلیز، مس لی اینڈ کمپنی۔''

وہ اس آواز پر چونک پڑے۔ بوڑھا فوٹو گرافر کمرے کے دروازے پر اپنا کمرہ لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس باس نما آدمی نے اچانک اپنی سمت سے فرش کی طرف چھلانگ لگا دی، لیکن اس کے ساتھ ہی فوٹو گرافر کے کیمرے سے ایک شعلہ نکلا اور وہ اپنا بازو تھام کر چیخنے لگا۔

''آپ میں سے اور کوئی یہ پوز دینا چاہتا ہے، میرا کیمرہ بڑی تیز حرکت کرتا ہے؟'' فوٹو گرافر نے بدلی ہوئی رعب دار آواز میں کہا۔

''شیکھر؟'' باس حلق پھاڑ کر چیخا۔

''حاضر ہوں، مسٹر ٹیلر۔'' دروازے سے وہ گنجا پھر اندر گھس آیا۔ اس تجربے کے وقت وہ باہر نکل گیا تھا۔ اس کے منہ سے ٹیلر کا نام سنتے ہی وہ آدمی بری طرح اچھل پڑا۔

''تم کون ہو؟ کون ہو تم؟'' وہ گنجے سے چیخ کر بولا۔

''میں تو تمہاری شامتِ اعمال ہوں، مسٹر ٹیلر۔ وہ گنجا تو بیچارا کب کا جیل میں سڑ رہا ہے۔'' یہ کہہ کر گنجے نے اپنے سر کی جھلی اتار پھینکی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ بھی ایک اسفنج نما ٹکڑا جیب سے نکال کر پونچھ ڈالا۔

Akram Allahabadi

''سپرنٹنڈنٹ خان۔'' ٹیلر کے منہ سے حیرت سے نکلا اور وہ فوٹو گرافر بھی بری طرح چونک پڑا۔ ''مگر وہ دھماکے؟''

''وہ تو باہر پٹاخے چھوڑے گئے ہیں، ڈیئر ٹیلر۔'' خان کے منہ سے نکلا۔ ''تمہارا اسسٹنٹ تو میری جیب میں ہے۔'' اس نے کہا۔

''لاحول ولاقوۃ، آپ تو ہر جگہ موجود رہے ہیں۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''تو کیا تمہیں مس لی سے عشق کرنے کیلیے چھوڑ دوں۔'' خان نے کہا۔ ''شرم نہیں آتی اتنے بوڑھے ہو کر ایک نوجوان الیکٹریس پر مرتے ہوئے۔''

''کون سو ربوڑھا ہے۔'' یہ کہہ کر غصے میں فوٹو گرافر نے بھی سر کے بال نوچ ڈالے اور اپنی مونچھیں اکھاڑ کر حیران کھڑی ہوئی مس لی کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

''مس لی، یہ میرا آٹو گراف ہے۔''

وہ اس خوبصورت سے نوجوان آفیسر کو دلچسپ نظروں سے دیکھنے لگی، لیکن ایک لمحے کیلیے وہ کیٹو کی طرف سے غافل ہو گئے تھے۔

''اب تم سب ہاتھ اٹھا دو اپنے۔'' انھیں اس کی گرج دار آواز سنائی دی۔ اور واقعی اس نے خان کو کور کر لیا تھا۔ مجبوراً انھیں ہاتھ اٹھانے پڑے۔

''وہ فارمولا کہاں ہے، مسٹر ٹیلر۔'' کیٹو نے ٹیلر کو ٹھوکر مار کر پوچھا۔

''انکل۔'' ایملی چیخی۔

''بتاتے ہو یا پہلی گولی تم پر ہی چلاؤں۔'' کیٹو نے دوسری ٹھوکر ماری، لیکن جیسے ہی اس نے انگلی ٹرائیگر پر رکھی، ٹیلر گھبرا گیا۔

''وہ اسی بورڈ کے نچلے حصے میں ایک خانے میں محفوظ ہے۔'' اس نے جلدی سے بتا دیا۔

''جاؤ، اٹھ کر نکالو۔'' اس نے تیسری ٹھوکر مار کر حکم دیا۔

Akram Allahabadi

اپنا زخمی بازو دبائے ٹیلر بمشکل اٹھ سکا۔

''تم ان کی مدد کرو، مس ایملی۔'' اس نے ایملی کو بھی حکم دیا۔

ایملی اپنے چچا کو سہارا دینے لگی۔ وہ بورڈ تک گیا، لیکن کیٹو اتنا مستعد تھا کہ اس نے اسے کسی قسم کی حرکت کرنے کا موقع نہیں دیا، کیونکہ مس لی نے بھی ایک چھوٹا سا ریوالور نکال کر اسے کور کرلیا تھا۔ مجبوراً ٹیلر کو بورڈ کے نیچے کے حصے کی ایک آہنی دراز سے کاغذات کا ایک پلندہ نکالنا پڑا۔ مس لی نے وہ پلندہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''اب تم سب ایک لائن میں کھڑے ہوجاؤ۔ میرے ریوالور میں چھ گولیاں موجود ہیں۔'' کیٹو نے انھیں حکم دیا۔

''میں تو مس لی کی خاطر جامِ شہادت پینے کو تیار ہوں۔'' یہ کہہ کر سب سے آگے سارجنٹ بالے ہی بڑھا۔ خان نے اسے آنکھ ماردی تھی، لیکن جیسے وہ کیٹو کے سامنے سے گزرنے لگا، اچانک تڑپ کر زمین پر گرتے ہی اس نے کسی اسپرنگ کی طرح چھلانگ لگائی اور اس سے قبل کہ کیٹو حرکت کرے، خان اس پر جا پڑا۔

وہ گتھم گتھا ہوگئے، لیکن نہ جانے کیوں مس لی کے چھوٹے سے پستول کو بالے بھول گیا تھا۔ بس ایک غلطی ہی تو تھی اور غلطیاں شاید فرشتوں سے بھی ہوتی ہوں۔ لی کو خان پر فائرنگ کا تو موقع نہ مل سکا، کیونکہ وہ کیٹو سے لپٹا ہوا تھا، لیکن اس نے جلدی سے ان تینوں کو کور کرلیا۔

''میرا نشانہ کیٹو سے اچھا ہے۔'' وہ انھیں مخاطب کر کے بولی۔ ''میں پہلے تم تینوں کو ختم کردوں گی تاکہ ایک سے نپٹنے میں آسانی ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے ٹرائیگر پر انگلی رکھی ہی تھی کہ کمرے کے روشندان سے ایک فائر ہوا اور وہ اپنا پستول والا ہاتھ تھام کر چیخ اٹھی۔ اس کا چھوٹا ریوالور دور جا گرا۔

''شاباش۔'' بالے کے منہ سے نکلا۔

Akram Allahabadi

اور ایک منٹ بعد ہی دروازے سے ہنسا مسکراتی ہوئی داخل ہوئی۔اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال سے ابھی تک دھواں نکل رہا تھا۔اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک رسّی تھی، جس کے دوسرے سرے سے جگنتاپ کسی پالتو ریچھ کی طرح جکڑا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔خان نے گھونسوں سے کیٹو کو خون اگلنے پر مجبور کر دیا اور وہ بے دم ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

''آپ لوگوں کو تحفہ پیش کرنے کا فرض مجھے ادا کرنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر بالے بڑھا اور جیب سے اس نے اکہری ہتھکڑیاں نکال کر ایک ہی چین میں ایملی ،ٹیلر اور مس لی کو پہنا دیں۔

''میں آپ کے قانون کی مجرم نہیں ہوں، آپ کا مجرم ولیم ٹیلر ہے۔'' وہ چیخی۔

''کیا انھیں پستول کا نشانہ بنانے کے باوجود؟'' خان مسکرایا۔

''ارے دوسروں کو تو پستول کا ہی نشانہ بنایا تھا، مجھے تو یہ تیرِ نظر کا نشانہ بھی بنا چکی ہے، ڈبل جرم۔''

''میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں دے سکتے آپ لوگ۔''

''اوّل تو تم لوگوں کی تمام گفتگو یہاں ٹیپ ہو چکی ہے، شاید تم بھول گئیں کہ شیکھر کی جگہ میں موجود تھا۔'' خان نے کہنا شروع کیا۔''دوسرے یہ کہ تم مس لی ٹو بھی نہیں ہو۔''

خان کے اس انکشاف پر وہ بری طرح اچھل پڑی اور حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''میں اتنے دنوں سے خاموش نہیں بیٹھا تھا۔مس لی اس وقت بھی فلپائین میں ایک فلم کی شوٹنگ میں مصروف ہے، کیونکہ عام طور پر تم لوگوں کے فیچر ملتے جلتے ہوتے ہیں، اس لیے ہمیں بیوقوف بنانے کیلیے تم نے اس کے میک اپ سے فائدہ اٹھایا۔میرے سارجنٹ نے ہوائی اڈے پر فوٹو گرافر کی حیثیت سے تمہارے جو فوٹو لیے تھے، ان کے پرنٹ سے ہی میں تمہارے اور مس لی کے چہرے میں ایک تل کے فرق کا اندازہ لگا چکا تھا۔تم لوگ مسٹر ٹیلر سے

بھی فراڈ کر رہے تھے۔ یہ کیٹو ایک چھٹا ہوا جاپانی اسمگلر چیکو مارا ہے اور تم اس کی داشتہ پن لن۔" خان کے اس جواب پر وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"اور تم، مسٹر ٹیلر، تمہاری پوری ہسٹری مجھے حاصل ہو چکی ہے۔ لالچ نے تمہیں اس قدر گرا دیا کہ سرپیٹرک نے تمہارے پاس جو امانت رکھی تھی، تم نے اسی کی خاطر انھیں ختم کر دیا، پھر پولیس کو مغالطہ دینے کیلیے ان کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے اپنے تجربے کے مظاہرے بھی کیٹو کے سامنے کرتے رہے۔ اگر میں اس کبوتر کو فالو کر کے کیٹو یا چیکو مارا کے مقام کا پتہ نہ چلاتا جس کے ذریعے بالے کو وارننگ بھیجی گئی تھی، تو شاید میں بھی اس مغالطے میں رہ جاتا کہ تم رنگون میں ہی ہو گے۔"

"تو یعنی چچا گئے رنگون والی ٹیون بھی فراڈ تھی؟" بالے بول اٹھا۔

"تم بڑے گدھے ہو رہے ہو آج کل، ارے یہ تو میں اسی دن سمجھ چکا تھا، جس دن ایملی نے تمہیں یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ رنگون سے کیبل کے ذریعے انکل ٹیلر سے ہدایت لے کر بتائے گی اور پھر اس نے بیان میں تبدیلی کی کہ کاغذات کا اصل مقام انکل کو ہی معلوم ہے۔ یہ کمینہ تو سرپیٹرک کو مغالطہ دے کر یہیں بیٹھا ہوا تھا۔ سرپیٹرک نے اس سے اپنے فارمولے کا ذکر کیا تھا اور اسی نے شیکھر کو اپنا آلۂ کار بنا کر سرپیٹرک کے یہاں سے اصل فارمولا غائب کرایا تھا۔

"مگر یہ فارمولو ہے کیا بلا؟" بالے نے پوچھا۔

"سرپیٹرک نے ریڈیائی لہروں کو برقیا کر ان میں ایٹم شکن قوت پیدا کرنے کا کامیاب تجربہ کر لیا تھا۔ یہ ریڈیائی لہریں ہر شے کو پھاڑ کر ذرات میں تقسیم کر دیتی تھیں، لیکن ان کو صرف وہی فریکوئنسی کھینچ سکتی تھی، جس پر یہ نشر ہوتی تھیں اور جہاں انھیں ساؤنڈ میں ٹرانسفر کیا گیا۔ وہ وائبریشن سے تحریک میں آ کر دھماکا پیدا کرتی ہوئی پھیلتی تھیں اور ہر چیز کو پھاڑ دیتی تھیں۔" خان نے بتایا۔ "سرپیٹرک کے اس فارمولے کی ایک نقل شیکھر نے اپنے پاس محفوظ

کرلی تھی جو میرے ہاتھ لگ چکی ہے۔'' وہ بولا۔

''مگر سر پیٹر نے تو خود مانتا یہ فارمولا تو ایملی کے پاس محفوظ کرایا تھا؟'' بالے نے سوال کیا۔

''نہیں، بلکہ ایک دن انھوں نے ایملی کو اس کے محفوظ ہونے کا مقام بتا دیا تھا اور اسی لیے تمھیں وہ کارڈ دیا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی ایملی اور ٹیلر کی نیت بدل چکی تھی اور شیکھر کی مدد سے انھوں نے اصل فارمولا غائب کرا دیا تھا۔ سر پیٹرک کو اسی لیے ٹیلر نے ختم کرایا کہ ایک تو شبہ کسی اور پر کیا جائے اور دوسرے وہ آزادی سے اس فارمولے کا کسی بڑی غیر ملکی طاقت کے ہاتھوں سودا کرا سکے۔''

''آپ کو یہ اطلاعات کہاں سے مل گئیں آخر؟'' بالے نے سوال کیا۔

''کام کرنے سے ہی کام ہوتا ہے۔ میں صرف شیکھر کے پیچھے پڑ گیا تھا اور تمھیں ایملی کی نگرانی پر لگا دیا تھا اور کچھ باتیں تو خود شیکھر نے بھی قبول دی ہیں۔'' خان نے بتایا۔

اب وہ باہر آ چکے تھے۔ یہاں انھیں ایک موٹر لانچ کھڑی نظر آئی، جس میں ڈیسوزا اور کچھ دوسرے آدمی موجود تھے۔ لانچ کی سرچ لائٹ کی روشنی میں وہ سب نہا گئے۔ خان کو دیکھتے ہی ان کے ہاتھ سلیوٹ کیلیے اٹھ چکے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

شوکت ہنسا کو بالے کے ساتھ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔

''اے لو، یہ سالی قلوپطرس اب تمہارے ساتھ لگ گئیں۔'' اس نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''شٹ اپ۔'' ہنسا نے اسے ڈانٹ دیا۔

''ارے واوا، میری ہی سیکٹری اور مجھ ہی سے میاؤں۔'' شوکت نے ہاتھ مٹکا کر

جواب دیا۔

''ابے، یہ لیڈی پولیس انسپکٹر ہیں، ذرا ڈھنگ سے بات کرو۔'' بالے نے آہستہ سے کہا۔

''کون...؟ یہ...؟ یانی الّا قسم...؟'' شوکت نے حیران ہو کر پوچھا اور پھر بالے کو ایک بڑی موٹی سی گالی دے کر اپنی کار اسٹارٹ کر دی۔

بالے اسے بڑبڑاتے ہوئے صرف اتنا سن سکا۔ ''الّا سب کو بچائے پولیس والوں کے چکّر سے۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi